

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار
لا فتنی الا علی، لا سیف الا ذو الفقار

علم و حکمت اور عدل و انصاف کی بے مثال جھلکیاں

حضرت علیؓ کے فضائل



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

علی سرفراز

ف

تاریخ کے سنہری اوراق - عادلانہ اور حکیمانہ انصاف کی جھلکیاں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے فضائل

مؤلف : علی سرفراز

فہرست

- 7 چار خصائص
- 8 ذرہ مبارک
- 8 وارثانِ حقیقی
- 9 اللہ کی عطا
- 11 بھکاری کا سوال
- 12 مرتبہ علی کرم اللہ وجہہ
- 14 قاضی کا فیصلہ
- 16 نمونہ علیست
- 17 دین میں پھل
- 19 شاہ روم اور بابِ علم کرم اللہ وجہہ
- 21 جویات
- 25 علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ایک پادری
- 28 شہادتِ وحی
- 29 بھائی دوست اور وزیر
- 30 نبی علیہ السلام کا ولی
- 33 قصہ اصحاب کعبہ اور علمائے یسود

53

سوانح مبارک خلیفہ چہارم، حیدر کرار، باب علم
حضرت علی کرم اللہ وجہہ

باب علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضیلے

- 86 گوئے سے قسم لینا
- 87 ایک عورت کا عجیب مقدمہ
- 88 دودھ پلانے کی مدت
- 89 اللہ کا حکم
- 90 حق مہر اور عدت
- 91 امیر المومنین اور حد واجب
- 93 عصمت کے بدلے قتل
- 96 جھوٹا گواہ
- 96 ضعیف کا چہ
- 98 اللہ ہر شے پر قادر ہے
- 99 منکرین رسالت
- 103 ویت اور قصاص
- 104 دوسری بار قتل کی سزا
- 106 زنا با امر مجبوری

108

تقسیم منصفانہ

109

عورتوں کا مکر

112

زنا کی تعداد اور حد

113

مسلمان زانی اور یہودیہ زانیہ

113

آقا اور غلام

115

ماں پٹے کا نکاح

119

قاتل اور دیت

121

نفس پر حکومت

123

جانوروں کا قتل

124

کس کا بیٹا؟

125

دعائے عمر

125

بری الحکم

126

حمل کی مدت

126

مکر کا جواب

127

بے مثل تفتیش

129

تراوی بانٹ

130

حساب الفقہ

131

نواں حصہ

132	دوسرے والے کا حصہ
132	خیرات
133	وارث کا ثبوت
134	فعل بد کا انجام
136	غلام یا شوہر؟
137	قاتل کون؟
137	ظلم کا بدلہ
138	جھوٹ کی حد
138	سچ اور جھوٹ
139	نکاح اور طلاق
140	نماز جنازہ

شیر خداؐ کی جوانمردی کا روح پرور تذکرہ

141	غزوہ خندق اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ
151	قلعہ خیبر کی فتح کی پیشگوئی
154	خیبر پر لشکر کشی
160	خاتم نبوت ﷺ کی زبان سیف

حکمت و فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

چار خصائص

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چار خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں ایسے ہیں جو کسی میں نہیں کہ --- عربی اور عجمی لوگوں میں آپ نے آنحضور ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی اور --- آنحضور ﷺ کے ہر لشکر میں آپ ہمدار رہے اور --- جب آنحضور ﷺ کے پاس سے سب بھاگ گئے تو آپ صبر کئے رہے اور --- آنحضور ﷺ کو آپ نے غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ تبوک کے سوا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر جنگ میں شریک رہے اور فتحیاب

ہوئے۔

ذره مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑائیوں میں بہت ہوشیار رہتے تھے ممکن نہ تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ لگا سکے۔ آپ کی ذرہ صرف آگے کے لئے تھی، پشت کے لئے نہ تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ کوئی دشمن پیچھے سے آئے۔ فرمایا اگر میں دشمن کو پیچھے سے آنے دوں تو اللہ مجھے نہ رکھے

وارثان حقیقی

حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک زمین کا ٹکڑا بطور جاگیر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس قطعہ زمین کے برابر کچھ زمین مزید مول لے لی۔ پھر تالاب کی غرض سے کھدائی شروع کرا دی کہ اتفاقاً اس کھدائی کے درمیان ایک چشمہ اس زمین سے رواں ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

مبارک باد دی۔

آپ نے فرمایا کہ اس کے وارث کو مبارک باد دو۔ پھر چشمہ
فقیروں اور مسافروں پر خیرات کر دیا۔

اللہ کی عطا

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر بن ابو
طالب رضی اللہ عنہ بلاد حبشہ کو ہجرت کر کے گئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو
طالب نے ایک لونڈی چار ہزار درہم میں خرید لی اور پھر جب مدینہ
میں واپس آ گئے تو انہوں نے وہ لونڈی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس
لونڈی کو قبول فرما لیا اور اپنے گھر میں لے آئے جہاں جناب فاطمہ
رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔

ایک مرتبہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول خدا ﷺ کے ہاں سے واپس
اپنے گھر تشریف لائیں تو دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بڑے
آرام سے سو رہے ہیں اور ان کا سر مبارک لونڈی کے زانو پر رکھا
ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ ناراض ہو گئیں اور حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو جگایا اور پوچھا کہ اے ابوالحسن۔ کیا آپ نے اپنی لونڈی

سے صحبت بھی کی ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے رسول پاک ﷺ کی بیٹی۔ بخدا میں نے اس لونڈی سے کچھ نہیں کیا۔
اس پر جناب فاطمہؓ نے کہا کہ اے علی کرم اللہ وجہہ، آپ مجھے رسول پاک ﷺ کے گھر جانے کی اجازت دے دیں۔ لہذا ان کو اجازت مل گئی اور وہ اپنے والد ماجد کے مکان کی جانب روانہ ہو گئیں۔ اسی وقت جبریل امینؑ کا نزول خدمت رسول خدا ﷺ میں ہوا اور کہا کہ آپ ﷺ کی بیٹی علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت لے کر آرہی ہیں۔ شکایت صحیح نہیں ہے۔ شک کی بنا پر ناراض ہیں۔ اتنے میں جناب فاطمہؓ بھی آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی، علی کی شکایت لے کر آئی ہو۔ فوراً واپس چلی جاؤ اور جا کر علی کرم اللہ وجہہ سے کہو کہ تمہیں اپنی رضا پر پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

جناب فاطمہؓ نے واپس جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کلمہ سنایا۔ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اے فاطمہؓ۔ تم نے میری شکایت میرے آقا میرے محبوب ﷺ سے کر دی۔ میری رسوائی ہوئی۔ اب اے فاطمہؓ تم گواہ رہنا کہ میں لونڈی کو آزاد

کرتا ہوں اور چار ہزار درہم جو مجھے عطا کئے گئے تھے وہ فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کو لے جاتا ہوں۔

حضرت جبریلؑ آنحضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ اللہ پاک نے لونڈی آزاد کرنے کے عوض علی کرم اللہ وجہہ کو جنت عطا کر دی اور چار ہزار درہم کے عوض علی کرم اللہ وجہہ کو یہ بھی اختیار دے دیا ہے کہ میری رحمت کے ساتھ جس کو چاہے داخل جنت کر دے۔

بھکاری کا سوال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی بھی کسی سائل کو اپنی زبان سے انکار نہ کیا۔ جب کہ آپ یہودیوں کے یاغوں میں پانی دیا کرتے تھے اور جو کچھ مزدوری کے پیسے ملتے وہ سائل کو دے ڈالتے اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے۔

ایک جنگ کے موقع پر ایک کافار سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑ رہے تھے کہ اچانک لڑنے والے آدمی نے کہا۔ واہ واہ کیا اچھی تلوار ہے۔ اے علی (کرم اللہ وجہہ) ذرا مہربانی فرما کر مجھے دکھا دیں۔

یہ سن کر آپ نے تلوار اسکو دے دی۔ اس آدمی نے کہا کہ اب آپ کے پاس تلوار نہیں ہے۔ اب میری تلوار بے کیونکر بچیں گے؟

آپ نے فرمایا۔ بچانے والی طاقت تو بڑی ہے اور تم نے تو بھکاریوں کی طرح مکر سے تلوار مانگ لی اور میں کسی بھکاری کے سوال کو رد نہیں کیا کرتا۔

یہ سن کر وہ شخص کلہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

مرتبہ علی کرم اللہ وجہہ

ابو ہارون العبدي سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور کہا کہ آپ تو جنگ بدر میں موجود تھے مجھے بتائیے کہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے کیا کچھ فرمایا تھا؟

ابو سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہاں اے میرے بیٹے مجھے جو کچھ معلوم ہے تجھے بتاتا ہوں۔

جس وقت آنحضرت ﷺ بیمار ہو کر بہت کمزور اور نحیف ہو گئے تو ایک مرتبہ جناب فاطمہؓ اپنے والد بزرگوار ﷺ کو دیکھنے

آئیں۔ اس وقت میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہلے سے حاضر تھا اور آپ کی داہنی جانب بیٹھا تھا کہ جناب فاطمہؓ تشریف لائیں۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر روئے لگیں ہچکی بندھ گئی۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی کیوں روتی ہے؟
کہنے لگیں کہ آپ ﷺ کے بعد کی مصیبتوں سے ڈر لگتا ہے۔
عالم غربت بھی ہے۔ خدا نہ کرے کہ آپ ﷺ کے بعد میں زندہ رہوں۔

یہ سن کر آنحضور ﷺ کا دل بھر آیا اور فرمانے لگے۔ اے بیٹی پروردگار نے سب سے پہلے دنیا پر نظر کی اور ایک شخص کو چن لیا۔ اسے اپنا نبی اور رسول بنا کر سب نبیوں سے افضل بنایا۔ وہ تیرا باپ ﷺ ہے۔ پھر دوبارہ نظر کی اور ایک شخص کو چن لیا جو شوہروں میں سب سے افضل ہے۔ مجھ پر وحی ہوئی اور میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کر دیا وہ علیؓ تیرا شوہر ہے۔ کیا تم راضی نہیں کہ وہ سب سے زیادہ علم جانتے والا ہے۔ سب سے زیادہ علم والا ہے اور اسلام لانے میں اولین میں سے ہے۔

یہ سن کر جناب فاطمہؓ خوش ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ فاطمہؓ کو اور خوش کریں۔ فرمایا۔

اے فاطمہؓ۔ ہم اہل بیت کو چند باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو

آج تک کسی کو نہ مل سکیں اور نہ آنے والے حاصل کر سکیں گے۔۔۔ تیرا باپ **علیہ السلام** تمام نبیوں سے افضل، تیرا شوہر تمام اولیا سے افضل ہے، تیرے باپ **علیہ السلام** کا چچا حمزہ **علیہ السلام** سب شہیدوں سے برتر ہے۔ اس امت کے دو سبطین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔

قاضی کا فیصلہ

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی ایک گمشدہ ذرہ کو ایک نصرانی کے پاس دیکھا تو اس سے فرمایا کہ اے نصرانی تو نے یہ ذرہ کہاں سے پائی کیونکہ یہ ذرہ میری ہے اور ایک جنگ میں کسی جگہ پر بھول گیا تھا یا گم ہو گئی تھی۔ نصرانی کہنے لگا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ یہ ذرہ تو میری اپنی ہے۔

آخر یہ جھگڑا قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ قاضی عدالت نے دونوں کے بیان سنے۔ قانونی نقطہ نگاہ سے قاضی عدالت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ آپ کے پاس اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ یا کوئی دلیل ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس دعویٰ میں سچا ہوں مگر ثبوت کوئی نہیں

ہے۔

قاضی عدالت نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور نصرانی خوش ہو کر ذرہ لے کر چل پڑا۔ مگر چند قدم چل کر واپس آیا اور کہنے لگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور نبی کریم ﷺ خدا کے رسول اور برحق نبی ہیں۔ کیوں کہ جو کچھ ماجرا اب گزرا ہے یہ ہمارے نبی کی کتب میں مرکوز ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ ذرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے۔ جو جنگ صفین میں گر پڑی تھی۔

اس بات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت خوش ہوئے۔ نصرانی ایمان لا کر مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس ذرہ کو نصرانی کو بخش دیا اور اپنی طرف سے ایک گھوڑا بھی عطا فرمایا۔ یہ نصرانی مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہا اور خارجیوں کے خلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نصرت میں لڑتا رہا۔

نمونہ حکمت

کچھ لوگ ایک شخص کو پکڑ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے اور عرض کی۔ یا امیرالمومنین اس شخص سے ایک گروہ نے سوال کیا کہ تو نے آغاز صبح کس طرح کیا اور اب تک کس حال میں مست ہے تو اس شخص نے کچھ ایسے خیالات کا اظہار جو اللہ اور اسلام سے باغیانہ ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تاؤ وہ کون سے خیالات ہیں۔
لوگوں نے عرض کی کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے صبح کس طرح شروع کی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح صبح شروع کی کہ فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق سے کراہت کرتا ہوں اور یہود و انصار کی تصدیق کرتا ہوں اور جس کو نہیں دیکھتا اس پر ایمان لاتا ہوں اور جو چیز ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

یہ سن کر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گھر سے بلا کر لاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے تمام واقعہ سنایا۔ سب کچھ معلوم کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

اے عمرؓ۔ یہ شخص بالکل سچ کہہ رہا ہے۔ وہ دوست رکھتا ہے فتنہ کو چنانچہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ سوائے ار کے نہیں،

ہیں کہ مال اور اولاد تمہارے لئے مگر فتنہ ہیں۔

دوم۔ حق سے کراہت کرتا ہے سوئیہ بھی سچ ہے کہ موت برحق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آئی بے ہوشی موت کے ساتھ حق کے۔

پھر یہود و نصاریٰ کی تصدیق یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔
کہتے ہیں یہود نہیں ہیں نصاریٰ کسی شے پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ
نہیں ہیں یہود کسی شے پر۔

اور جس چیز کو نہیں دیکھا مگر اس پر ایمان لاتا ہے۔ اس کا
مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہے اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی
وہ قیامت ہے۔

دین میں پہل

عفیف کندی چٹھو کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں ایک مرتبہ میں
مکہ گیا اور حضرت عباس چٹھو کے ہاں قیام پذیر ہوا۔ ایک روز صبح
کو میں نے دیکھا کہ سورج نکل رہا تھا کہ ایک نوجوان کعبہ کی طرف
منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک بچہ بھی اس کے بائیں جانب آ کھڑا
ہوا۔ پھر ایک عورت بھی اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ پس اس

نوجوان نے رکوع کیا اور ان دونوں نے بھی رکوع کیا۔ نوجوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا۔ پھر یہ تینوں سجدے میں گئے۔

میں یہ ماجرا دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ یہ نیا کام کیا ہے جو یہ تینوں اشخاص کر رہے ہیں؟

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تو نہیں جانتا کہ یہ نوجوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور یہ لڑکا علی رضی اللہ عنہ ابن ابوطالب بن عبدالمطلب ہے۔ یہ بھی میرا بھتیجا ہے اور یہ عورت جو پیچھے کھڑی ہے یہ اس نوجوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کہ میرا خدا آسمانوں اور زمین کا خدا ہے ہر چیز اس نے پیدا کی ہے اسی بات پر اس کے دین کا دارومدار ہے اور ان تین ہستیوں کے علاوہ اس دین کا کوئی انسان اس دنیا میں نہیں ہے ان تینوں نے ہی اس نئے مذہب کو دین فطرت بیان کر کے اس دین کی راہ اختیار کی ہے۔

عقیف رضی اللہ عنہ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اسلام تو ضرور لایا مگر کاش اس وقت ان تینوں ہستیوں کے ساتھ چوتھا میں ہوتا تو اسلام لانے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سے دوسرے نمبر پر ہوتا۔

شاہ روم اور باب علم کرم اللہ وجہہ

ایک مرتبہ شاہ روم نے خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کی خدمت میں مراسلہ بھیجا جو اس طرح سے تھا۔

منجانب شاہ روم
مسلمانوں کے خلیفہ کی طرف۔

اذان بعد معلوم ہو کہ آپ سے چند سوالات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم ان کے جوابات سے نوازیں۔

سوالات درج ذیل ہیں۔

حضرت عمرؓ نے یہ خط اصحاب کے سامنے رکھا۔ کافی غور و خوض کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے تمام سوالات پڑھے جو مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ وہ کونسی شے ہے جو خدا نے خلق نہیں کی؟

۲۔ وہ کونسی شے ہے جو اللہ نہیں جانتا؟

۳۔ وہ کونسی شے ہے جو اللہ کے پاس نہیں ہے؟

۴۔ وہ کونسی شے ہے جو پوری پوری کی دہن ہے؟

- ۵۔ وہ کیا شے ہے جو ساری کی ساری پیر ہے؟
- ۶۔ وہ کیا ہے جو ہمہ تن آنکھ ہے؟
- ۷۔ وہ کیا ہے جو ہمہ تن پر ہے؟
- ۸۔ وہ کون سا مرد ہے جس کا کوئی خاندان نہیں؟
- ۹۔ وہ کونسی چار چیزیں ہیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں؟
- ۱۰۔ وہ کونسی چیز ہے جو سانس لیتی ہے مگر روح نہیں رکھتی؟
- ۱۱۔ وہ کونسا مسافر ہے جس نے صرف ایک مرتبہ سفر کیا؟
- ۱۲۔ ناقوس کیا کہتا ہے؟
- ۱۳۔ وہ کونسا درخت ہے جس کے سائے میں مسافر اگر سو سال سفر کرے تو بھی اس کے سایہ سے نہیں نکل سکتا اور مثال میں کیا چیز ہو سکتی ہے؟
- ۱۴۔ وہ کونسا درخت ہے جو بغیر پانی کے پیدا ہوا؟
- ۱۵۔ وہ کونسی جگہ ہے جہاں سورج صرف ایک مرتبہ چمکا؟
- ۱۶۔ جنت کے لوگ کھائیں پئیں گے۔ مگر بول و بزاز نہیں کریں گے۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟
- ۱۷۔ جنت کے دسترخوان پر جو کاسے ہوں گے ان میں رنگ برنگے کھانے ہوں گے دنیا میں اس کی مثال بتائیے؟
- ۱۸۔ جنت میں ایک دروازہ سینب سے حور برآمد ہو گی۔ مگر سینب

جوں کاتوں رہے گا۔ دنیا میں اس کی مثال بتائیے؟
۱۹۔ وہ کونسی کثیر ہے جو دنیا میں دو آدمیوں کی ہے مگر آخرت میں ایک کی ہوگی؟

۲۰۔ جنت کی کنجیاں کیا ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خط پڑھا اور فوراً ہی جواب لکھنا شروع کیا جو اس طرح تھا۔

اے بادشاہ۔ میں نے تیرا خط پڑھا اور میں اللہ کی مدد اور رسول پاک ﷺ کی برکت سے تیرے سوالات کا جواب دیتا ہوں۔

جوابات

۱۔ وہ شے جس کو اللہ نے خلق نہیں کیا، قرآن ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے اسی طرح دوسری آسمانی کتابیں بھی مخلوق نہیں ہیں کیونکہ وہ خداوند کریم سے قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

۲۔ وہ بات جو کو اللہ نہیں جانتا وہ یہ بات ہے جسکو تم نصاریٰ لوگ اللہ کے لئے ثابت کرتے اور کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے۔ بیوی ہے۔ شریک ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا

- بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔
- ۳۔ اور جو چیز اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔
- ۴۔ وہ چیز جو ہمہ تن دہن ہے۔ آگ ہے جو چیز اس میں ڈال دی جائے اس کو کھا جاتی ہے۔
- ۵۔ وہ چیز جو ہمہ تن پیر ہے پانی ہے۔
- ۶۔ وہ چیز جو پوری کی پوری آنکھ ہے وہ ہوا ہے۔
- ۷۔ وہ چیز جو پوری کی پوری پر ہے وہ ہوا ہے۔
- ۸۔ وہ شخص جس کا خاندان نہیں ہے آدم علیہ السلام ہیں۔
- ۹۔ وہ چار چیزیں جو ماں کے رحم میں نہیں ہیں۔ وہ عصائے حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم کا مینڈھا جو قربانی کے لئے جنت سے آیا تھا اور حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں۔
- ۱۰۔ وہ چیز جو سانس لیتی ہے مگر روح نہیں رکھتی۔ صبح ہے جیسا کہ خداوند کریم قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ صبح کی قسم جب کہ وہ سانس لیتی ہے۔
- ۱۱۔ اب ناقوس یہ کہتا ہے (صدائے ناقوس کے نام سے علامہ سیوطی نے پوری نظم لکھی ہے ہم صرف چند اشعار پیش کرتے ہیں۔)

پاک ہے اللہ خالق سب کا
بے شک ہے وہ رب سب کا
سارا جہاں محتاج ہے اس کا
تا ابد باقی رہے گا

۱۲۔ وہ مسافر جس نے صرف ایک مرتبہ سفر کیا، طور سینا ہے۔ بنی اسرائیل نے سرکشی کی اور پہاڑ اور عرض مقدس کے درمیان کئی دن کی راہ تھے۔ خداوند عالم نے اس کے ایک حصہ کو جدا کیا اور اس کو پر عطا کئے اور پھر اس کو بنی اسرائیل کے سروں پر مسلط کیا۔ جو ایک سائبان سا معلوم ہوتا تھا اور بنی اسرائیل نے سمجھا کہ ان پر اب اگر اور اب گرا۔ اس وقت ان کے نبی نے ان سے کہا۔ ایمان لے آؤ ورنہ یہ تمہارے سروں پر گرتا ہے۔ پس اس کے بعد اللہ نے پہاڑ کو واپس کر دیا۔

۱۳۔ وہ جگہ جہاں سورج صرف ایک دفعہ چمکا، وہ اس دریا کی زمین ہے جو خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے لئے چیرا تھا۔ حضرت موسیٰ کے عصا کی ضرب سے دریا نے راستہ دیا۔ جگہ بالکل خشک ہو گئی اور اس زمین پر پہلی مرتبہ سورج کی روشنی پڑی۔

۱۴۔ درخت جس کے سایہ میں انسان سو برس مسافت کرے، یہ

ساتویں آسمان پر ہے۔ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے ہے۔ جنت کے مکانات اور قصر میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی شاخیں نہ پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی مثال دنیا میں ہے۔

۱۵۔ درخت جو بخر پانی کے پیدا ہوا وہ شجر یونس ہے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ ہم نے یونس پر کدوا گایا۔

۱۶۔ جنت کی غذاؤں کی مثال دنیا میں ماں کے پیٹ میں بچہ ہے۔ ناف کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں کھاتا پیتا ہے مگر پیشاب وغیرہ نہیں کرتا۔

۱۷۔ ایک پیالہ میں کئی رنگ، کی غذا کی مثال دنیا میں انڈا ہے۔ اس کے دو رنگ سفید اور زرد ہوتے ہیں۔ مگر آپس میں ملتے نہیں۔

۱۸۔ حور جو سیب سے برآمد ہوگی اس کی مثال دنیا میں وہ کرم ہیں جو پھل سے نکلنے ہیں۔ مگر ان کے نکلنے سے پھل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۹۔ اس کنیز کی مثال جو دنیا میں دو کی مشترک اور آخرت میں ایک کی ہوگی، وہ درخت خرمہ ہے جو مجھ جیسے مومن اور تجھ جیسے کافر کے درمیان مشترک ہے مگر روز آخرت صرف میرا حصہ ہے تیرا نہیں کیونکہ وہ درخت خرمہ جنت میں ہو گا اور تو اپنے اعمال

کی وجہ سے دوزخ میں۔

۲۰۰۔ اب تیرا آخری سوال کہ جنت کی کنجیاں کیا ہیں۔ تو وہ یہ کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ "اور ایک پوری

ابتدائے خلافت حضرت عمرؓ میں ایک پادری نجران کا آیا۔
آپ نے اس کو دعوت اسلام دی۔ رسول ﷺ اور قرآن کی
خوبیاں بیان کیں۔ پادری نے یہ سن کر کہا کہ میں نے قرآن میں
پڑھا ہے کہ جنت آسمان اور زمین کے برابر ہوگی۔ ذرا یہ بتلائیے
کہ جب جنت اتنی بڑی ہے تو دوزخ کہاں واقع ہوگی؟
یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے کہا کہ آپ جواب دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ میں جواب دیتا ہوں۔۔۔۔۔
اے پادری جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب
دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے؟

پادری نے یہ سن کر کہا کہ مجھ کو امید نہ تھی کہ میرے سوال کا جواب اتنی آسانی سے کوئی دے سکتا ہے۔ اے خلیفہ یہ جوان

کون ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے عمزاد بھائی ہیں۔ حسنین رضی اللہ عنہما کے والد ہیں۔

پھر اس نے کہا کہ اے خلیفہ وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کی مانند ہے؟

فرمایا۔ ان سے پوچھو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ قرآن شریف ہے۔ کہ تمام دنیا کے لوگ اکٹھے ہو کر اس سے استفادہ حاصل کریں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ جنت کے میوہ بھی اسی طرح ہیں۔

پھر اس نے کہا۔ کیا آسمانوں کے قفل بھی ہوتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ آسمانوں کا قفل یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک کیا جائے۔

پھر کہا کہ قفل کی کنجی کیا ہے؟

کہا۔ کلمہ شہادت ہے۔ یہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے۔

پادری شکنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر پوچھا کہ اب یہ بتلائیے

کہ زمین پر سب سے پہلا خون کس کا گرا؟

اس کا جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یوں دیا کہ اے

پادری وہ خون حضرت حوا کا تھا جو حاتل کی ولادت کے وقت زمین پر گرا تھا۔

پادری بولا۔ سچ ہے۔ اچھا ایک سوال اور بتادیں؟
یہ سن کر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اے عمرؓ اس کو پوچھنے دو۔ میں سب بتاؤں گا۔
کہنے لگا کہ بتائیے خدا کہاں پر ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ ایک روز میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھا کہ ایک ملک آنحضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ ملک نے کہا کہ ساتوں آسمانوں سے اپنے رب کے پاس سے۔ اسی طرح دوسرا آیا۔ اس سے بھی یہی سوال ہوا۔ جواب دیا۔ زمین کے ساتویں طبقہ سے اپنے رب کے پاس سے۔ غرض ایک مغرب سے ایک مشرق سے آیا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ فلاں جگہ اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں۔ پس اے نصرانی۔ اللہ یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے۔ آسمان پر بھی ہے زمین پر بھی۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

شہادت وحی

جس وقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد نبوی ﷺ میں تھے تو بہت سے لوگوں کو ان دروازوں کا بند ہونا بہت شاق گزرا۔

جب **عرفی** کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں اب تک وہ منظر گھوم رہا ہے کہ جب حضرت **حزہ** **علیہ السلام** سرخ لنگی اوڑھے ہوئے اس خبر کو سن کر بہت مغموم ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے کہ آپ نے سب کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دے دیا اور مجھے بھی مگر اپنے **چچا** زاد بھائی علی کرم اللہ وجہہ کو یہیں رہنے کا حکم دیا حتیٰ کہ اپنے **چچا عباس** **رضی اللہ عنہ** کو بھی یہی حکم دیا۔

جب آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ سب لوگ اس حکم سے رنجیدہ ہیں تو آپ ﷺ نے وقت نماز سب کو اکٹھا کیا اور خطبہ فرمایا کہ میں نے نہ ان دروازوں کو کھولا ہے نہ بند کیا ہے اور نہ کسی کو نکالا ہے اور نہ علی کرم اللہ وجہہ کو رکھا ہے بلکہ اللہ نے۔ پس آپ نے کلام پاک کی سورہ النجم پڑھ کر سنائی کہ ”قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ گرا۔ نہیں گرا ہوا تمہارا صاحب اور نہیں بھٹکا اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے مگر جب اس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ سخت قول والا اس کو سکھاتا ہے۔“

بھائی، دوست اور وزیر

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اے علی۔ آپ نے اپنے چچا کے سوا اپنے چچا زاد بھائی کا ورثہ کس طرح پایا؟

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس کا اصل یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ۔ رسول پاک ص نے مجھے کہا اے علی (کرم اللہ وجہہ) مجھے پروردگار کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو ڈراؤں تو تم پہلے ایک برتن میں کچھ سالن تیار کر لو پھر اس پر بکری کے پائے رکھ دو اور ایک برتن میں دودھ بھر دو پھر جا کر تمام بنی عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ تمام عزیزوں کو بلایا۔ جن میں رسول پاک ﷺ کے چاروں چچا بھی شامل تھے۔ جب سب رشتہ دار اکٹھے ہو گئے تو رسول پاک ﷺ نے سالن کے برتن میں سے کچھ ہاتھ ڈال کر نکالا اور کھا لیا۔ پھر سب کو کھانے کو کہا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھا لیا۔ تو میں نے دیکھا کہ برتن ویسے ہی بھرا ہوا

ہے۔ اسی طرح آپ نے جب دودھ پلانے کا حکم دیا اور سب کو دودھ پلایا گیا مگر دودھ بھی جوں کا توں رہا۔

اس فابغ ہو کر آپ ﷺ ان لوگوں کی طرف رجوع ہوئے اور خدا کا پیغام دین فطرت کے مطابق دیا اور کہا۔

اے نبی عبدالمطلب میں تم میں خاص طور پر اور دوسرے لوگوں پر عام طور پر بھیجا گیا ہوں پس تم میں کوئی ہے جو میرا یہ معجزہ دیکھ کر میری نبوت کا یقین کرے؟

تب میں کھڑا ہو گیا اور اپنے آپ کو بیعت کے لئے پیش کیا۔ رسول پاک ﷺ نے کہا۔ علی (کرم اللہ وجہہ) بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ دوسری مرتبہ پھر اسی طرح کہا اور میں اسی طرح بیٹھ گیا۔ تیسری مرتبہ پھر مجھے بٹھایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو حضرت ﷺ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

تو میرا بھائی دوست اور وزیر ہے۔

اس لئے میں نے اپنے چچا کے سوا اپنے بھائی کا ورثہ پایا۔

نبی ﷺ کا ولی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ اپنے رفقا کے ساتھ کسی

جنگ کے لئے جا رہے تھے کہ ایک جگہ رفقاء کے پاس پانی ختم ہو گیا اور پانی کی تلاش شروع ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر راستہ سے ہٹ گئے۔ نزدیک ہی ایک گرجا نظر آیا تو آپ نے فرمایا۔ اس گرجا میں جو پادری ہے اس سے پانی کے متعلق معلوم کرو۔ اس سے پتہ کیا تو پادری نے کہا کہ پانی اس جگہ سے دو فرسخ کے قریب دائیں جانب ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ پانی یہاں سے دور ہے اور ہم لوگ وہاں تک جانے کی طاقت نہیں رکھتے کہ پیاس نے نڈھال کر دیا ہے۔

یہ سن کر حضرت عدلی علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ ادھر پائیں جانب جاؤ۔ وہ سامنے جو مکان ہے اس کو کھودنا شروع کر دو۔ پانی اسی جگہ مل جائے گا۔

لہذا کھدائی شروع کر دی گئی۔ تھوڑی سی مٹی بٹائی تھی کہ نیچے ایک پتھر نظر آیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی مشکل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے؟

سب نے ایک زبان ہو کر کہا اے علی کرم اللہ وجہہ۔ پیاس کے مارے دم نکل رہا ہے۔ مٹی کھود چکے مگر اب یہ پتھر نکل آیا

ہے۔

آپ نے کہا کہ اسے ہٹاؤ۔ بس اس پتھر کے نیچے پانی ہے۔
پہلے دو چار آدمیوں نے زور لگایا۔ پتھر نے جنبش نہ کھائی۔
پھر تھوڑا تھوڑا سب نے زور لگایا۔ پتھر پھر بھی نہ سرکا۔ تب آپ
نے اپنی آستین چڑھائی اور اپنی انگلیاں پتھر کے نیچے ڈال کر بسم اللہ
کہہ کر جو زور لگایا تو پتھر دور جا پڑا اور نیچے ایک چشمہ ٹھنڈے اور
میٹھے پانی کا جاری تھا۔ تمام رہنے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر آپ نے
اس پتھر کو اسی جگہ ویسے ہی رکھ دیا جیسے پہلے رکھا تھا۔

ادھر وہ پادری اپنی چھت پر سے تمام ہاجر ادیکھ رہا تھا۔ فوراً
نیچے آیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہنے لگا کہ کیا آپ کوئی
نبی ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں نہ نبی ہوں نہ فرشتہ
ہوں بلکہ میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ولی ہوں۔
یہ سن کر وہ پادری بولا۔ اپنا ہاتھ نکالنے لگا کہ اس پر بیعت کر
لوں اور مسلمان ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ راہب مسلمان ہو گیا۔

قصہ اصحاب کہفؓ اور علمائے یہود

ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ ہم آپ سے چند سوالات کرتے ہیں۔ اگر جواب ٹھیک مل گئے تو آپ کے اسلام کو صحیح سمجھیں گے اور آپ کے نبی ﷺ کو برحق مانیں گے۔ ورنہ نہیں۔

فرمایا۔ پوچھو کیا پوچھتے ہو۔

علمائے یہود نے سوال کیا کہ۔۔۔

۱۔ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن نہ تو وہ قوم جن سے ہے نہ قوم انس سے ہے؟

۲۔ وہ کیا چیز ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے والی ہے؟

۳۔ وہ پانچ چیزیں کیا ہیں کہ جو زمین پر تو چلیں مگر وہ رحم مادر میں نہ رہیں؟

۴۔ تیر اپنی صدا میں کیا کہتا ہے؟

۵۔ مرغ اپنی بانگ میں کیا کہتا ہے؟

۶۔ گھوڑا اپنی ہنناہٹ میں کیا کہتا ہے؟

۷۔ مینڈک اپنی ٹرڑ میں کیا کہتا ہے؟

۸۔ گدھا اپنے چیخنے میں کیا کہتا ہے؟

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تمام سوالات

فرمایا۔ اے قوم یہود ان سوالات کے جواب تو دوں گا اور دوں گا
بھی تو رات سے مگر تم کو اسلام لانا پڑے گا۔
ان لوگوں نے کہا۔ ہمیں منظور ہے۔

فرمایا۔ ایک ایک سوال کرتے جاؤ اور ساتھ ساتھ جواب لیتے
جاؤ۔ بتاؤ پہلا سوال کیا ہے؟

اس پر علمائے یہودیوں گویا ہوئے۔

پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو
ڈرایا کہ نہ وہ جن تھا نہ انس؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ وہ چبوتی ہے جس نے
حضرت سلیمانؑ کی آمد پر اپنی قوم کو ڈرایا۔

اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے والا کون ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ یہ وہ مچھلی ہے جس نے
حضرت یونسؑ کو نگل لیا تھا اور وہ حضرت یونسؑ کے ساتھ ساتھ
سات سمندروں میں پھرتی رہی۔

پھر انہوں نے پوچھا کہ وہ پانچ چیزیں بتاؤ جو زمین پر چلیں اور
شکم مادر میں نہ رہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ۱۔ آدمؑ ۲۔ حواؑ ۳۔ ناقہ صالحؑ ۴۔
گوسفند حضرت ابراہیمؑ ۵۔ عصائے حضرت موسیٰؑ

اب انہوں نے پوچھا کہ واقعی اب تک تو آپ بالکل سچ بتا رہے ہیں مگر اب یہ بتائیے کہ تیرا اپنی صدا میں کیا کہتا ہے؟
آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ --- الرحمن علی العرش استوی۔
(آیت قرآنی)

پھر انہوں نے پوچھا اب بتائیے کہ مرغ اپنی زبان میں کیا کہتا ہے؟
فرمایا۔ وہ کہتا ہے کہ اے غافلو۔ اللہ کو یاد کرو۔

پھر انہوں نے پوچھا کہ گھوڑا اپنے ہنسنے میں کیا کہتا ہے؟
آپ نے فرمایا۔ جب مومنین کافروں سے جہاد کے لئے میدان جنگ میں آتے ہیں تو یہ کہتا ہے کہ یا رب۔ اپنے پالنے والے مومن کو کافر پر نصرت عطا فرما۔

پھر انہوں نے دریافت کیا کہ مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے؟
جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ پاک ہے وہ مقدس ذات جس کی تسبیح سمندروں میں ہوتی ہے۔

ان علما کی جماعت صرف تین افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جوابات سن کر دو رویوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے مگر تیسرے نے کہا کہ اے علی کرم اللہ وجہہ تمہارے جوابات سے مطمئن ہو کر میرے دو ساتھی تو مسلمان ہو

مٹے اور ان کا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گیا مگر میرے دل میں ابھی تک ایک سوال باقی ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس کا جواب بھی دے دیں تاکہ میرا ایمان بھی مکمل ہو جائے۔

آپ نے یہ سن کر کہا۔ اللہ اکبر۔ پوچھو جو پوچھنا چاہو۔
یہودی عالم نے کہا یہ بتائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو قرون گزشتہ میں اللہ نے ۳۰۹ سال تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا۔ ان کا کیا قصہ ہے؟ مختصر بتائیں۔

آپ بیٹھنے لگے فرمایا۔ اے یہودی۔ یہ لوگ اصحاب کف ہیں۔ ان کا ذکر ہمارے قرآن پاک میں موجود ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں ان کا تمام قصہ تجھ کو سنائے دیتا ہوں لو سنو۔ آپ نے قصہ یوں شروع کیا۔

اے یہودی مجھ سے میرے رسول حبیب خدا رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ سرزمین روم میں ایک شہر تھا جس کا نام جب اسلام وہاں پہنچا تو طرطوس رکھا گیا۔ اس شہر پر اس زمانہ میں ایک رحم دل بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ایران کے ظالم بادشاہ نے اس شہر پر چڑھائی کر دی اور قبضہ کر لیا۔ ایرانی بادشاہ نے اس شہر پر قبضہ کر کے اس کو اپنا پایہ تخت

یہ سن کر یہودی بولا۔ اگر آپ عالم ہیں تو اس کے قصر کے متعلق اس کی نشستوں کے متعلق بھی مفصل بتائیے؟

آپ نے فرمایا۔ اے یہودی اس بادشاہ نے اس قصر کو سنگ قاراں سے بنایا تھا جس کا طول و عرض ایک فرسخ تھا۔ اس قصر کے چار ہزار ستون تھے جو سونے کے بنے ہوئے تھے۔ اس قصر کی چھت میں ایک ہزار قدیلے چاندی کی زنجیروں میں لٹکی ہوئی تھیں جن میں رات بھر خوشبودار روغنوں سے روشنیاں کی جاتی تھیں۔ اس قصر میں ایک دیوان عام تھا۔ اس میں ایک سو اسی جھروکے شرفا اور ۱۸۰ جھروکے غریب کے تھے جن میں غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے وقت عجیب منظر ہوتا تھا۔

دیوان عام میں ایک سونے کا تخت تھا جو چالیس ہاتھ لمبا چوڑا تھا۔ یہ تخت بیش بہا جواہرات سے مرصع تھا۔ تخت کے دائیں جانب اسی کرسیاں سونے کی تھیں جن پر فوجی افسر بیٹھتے تھے اور طلائی کرسیاں بائیں جانب تھیں جن پر امراء شہر بیٹھتے تھے۔ درمیان میں تخت پر بادشاہ خود بیٹھتا۔ سونے اور ہیرے جواہرات سے مرصع تاج پہنتا۔ اس تاج کے نو گوشے تھے۔ ہر گوشہ میں ایک ایک موتی جڑا ہوا تھا جو اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا۔ بادشاہ نے اپنے افسروں کے پچاس لڑکوں کو چن لیا تھا جو بڑے

حسین و جمیل تھے۔ ان کو بہترین لباس پہنایا جاتا۔ سروں پر طلائی تاج ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور پیروں میں سونے کے کڑے ہوتے۔ یہ حسین و جمیل لڑکے بادشاہ کے نزدیک صف بستہ کھڑے رہتے۔ اس کے علاوہ چھ لڑکے علما کی اولاد میں چن لئے تھے جن کو اپنا وزیر بنایا اور جو دائیں بائیں حاضر رہتے۔

بادشاہ ہمیشہ ان سے مشورہ کرتا اور بغیر مشورہ کے کوئی کام نہ کرتا تھا۔ وہ ہر روز اپنا دربار لگاتا۔ جب وہ دربار میں آتا تھا تو تین لڑکے اس طرح دروازہ سے داخل ہوتے کہ ان کے ہاتھ میں سونے کا جام ہوتا تھا جس میں مشک بھرا ہوا ہوتا اور ایک کے ہاتھ پر ایک طائر بیٹھتا تھا جو اشارہ پا کر لڑکے کے ہاتھ سے اڑ کر گلاب والے جام میں جاگرتا اور اپنے پروں میں مشک سیٹھ لیتا اور پھر بادشاہ کے تاج پر جا بیٹھتا اور پھر اپنے پروں کو اس طرح پھڑپھڑاتا کہ تمام قضا معطر ہو جاتی۔ اسی طرح اس بادشاہ نے تیس سال تک خوب داد عیش دی اور اس عرصہ میں بادشاہ کو کبھی بھی سر درد تک نہ ہوا۔

جب تمام سرتمیں میسر آ گئیں تو سرکش ہو کر خدا کو بھلا بیٹھا اور خود دعویٰ خدائی کر دیا اور تمام قوم کو دعوت دی کہ اس کو خدا مان لیں۔ لہذا سب نے اس کو خدا مان لیا۔ بادشاہ نے ہر اس

آدمی کو انعام دیا جس نے اس کو خدا مان لیا اور جس نے اس کو خدا نہ مانا اور سرکشی کی اس کو فوراً قتل کرا دیا حتیٰ کہ سب کو خوف جان کی وجہ سے اس کی خدائی کو ماننا پڑا اور وہ عیش کی پانسری بجانے لگا۔

ایک عرصہ بعد کسی عید کے موقع پر جب وہ عید کی مبارکبادیں تخت پر بیٹھا لے رہا تھا تو ایک فوجی نے آکر یہ وحشت ناک خبر سنائی کہ فارس کی فوجوں نے بغاوت کر دی ہے اور قصر کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور وہ آپ کو قتل کرنا چاہتی ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی بادشاہ اتنا گھبرایا کہ اٹھتے ہوئے لڑکھڑاتا ہوا زمین پر آ رہا اور اس کے سر سے تاج بھی گر گیا۔

اس حال کو دیکھ کر داہنی طرف کے وزیروں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تملیخا جو سب سے زیادہ عقلمند تھا سوچنے لگا واقعی اگر یہ خدا ہے تو ڈرتا کیوں ہے روتا کیوں ہے۔ رفع حاجت کیوں کرتا ہے۔ یہ باتیں اللہ میں نہیں ہونی چاہئیں۔ یہ سوچ کر چھ وزیروں نے آپس میں مشورہ کیا اور پھر پروگرام بنایا کہ روزانہ باری باری ہر ایک کے مکان پر جمع ہو کر اس معاملہ پر غور کیا جائے۔

ایک روز تملیخا کی باری تھی۔ سب اس کے مکان پر جمع

ہوئے۔ کھانا وغیرہ کھایا جانے لگا مگر تملیخا نے کھانے میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ دوسرے وزیروں نے کھانا نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا کہ آج میرے دل میں عجیب طرح کا خیال آیا۔ جس کی وجہ سے کھانے پینے کو بالکل دل نہیں چاہتا۔

انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا خیال ہے؟

تملیخا کہنے لگا کہ یہ آسمان بغیر ستون اور زنجیر کے کس چیز کے سارے کھڑا ہے؟ پھر اس میں چاند اور سورج کیسے جڑے ہوئے ہیں؟ پھر آسمان پر کس طرح ستارے سجائے گئے ہیں؟ پھر زمین پر غور کرتا ہوں کہ کس نے اس پر پہاڑ قائم کئے ہیں کس طرح سمندر یہاں موجزن ہے؟ پھر خود پر غور کرتا ہوں کہ کس طرح شکم مادر میں پلٹا رہا کیسے وہاں ہوا خوراک ملتی رہی اور کس طرح میں بزم ہستی میں آیا ہوں؟ کس طرح پال پوس کر مجھ کو جو ان کیا۔ یقیناً "کوئی ہستی ہے جو ان مشکل ترین امور کو آسان بنا دیتی ہے۔

تملیخا کی تقریر سن کر پانچوں وزیر دم بخود رہ گئے اور اٹھ کر اس کے ہاتھ چومنے لگے کہ آج تم نے وہ بات کہی ہے جو عرصہ سے ہمارے دماغوں میں پنہاں تھی۔ اب سب نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر یہ طے پایا کہ اس ظالم و جابر بادشاہ کی بادشاہت سے دور بھاگ جانا چاہیے اور اس خدا کی پناہ میں چلے

جائیں جو ان امور کا دہندہ ہے جو حقیقی مالک ہے پھر تینوں اپنی جگہ سے اٹھے۔ بازار میں آ کر تین درہم کے خرمہ خریدے اور اپنی چادر میں باندھ لئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے نکل پڑے۔ تقریباً "تین میل نکل جانے کے بعد تملیحانے کہا کہ اب ہم خالم بادشاہ کے ملک سے باہر آ گئے ہیں اب کوئی فکر نہیں۔ اب گھوڑوں سے اتر کر پیدل چلیں اور اللہ ہمیں کوئی اطمینان بخش جگہ عطا کر دے گا۔

یہ سن کر سب گھوڑوں سے اتر پڑے۔ جب ۲۱۷ فرسخ راہ طے کر لی تو ان کے پاؤں سے خون جاری ہو گیا۔ کیونکہ ناز کے پالے تھے۔ اس طرح کبھی سفر نہ کیا تھا۔ اتفاقاً ان کو ایک چرواہا نظر آیا۔ چرواہے سے انہوں نے پانی یا دودھ طلب کیا۔ اس نے کہا ہاں میرے پاس سب کچھ ہے مگر پہلے اپنا حال سناؤ کہ کیونکر تمہارے چرے سے خوف ٹپک رہا ہے؟

انہوں نے کہا۔ اے شخص ہم ایسے دین میں داخل ہو گئے ہیں جس میں جھوٹ بولنا نہیں ہے۔ اس لئے ہم کو پورا پورا واقعہ بیان کرنا پڑے گا لیکن تمہیں بھی وعدہ کرنا پڑے گا کہ ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔

چرواہے نے کہا کہ بے فکر رہو تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں

بہنچے گا۔

تب انہوں نے اپنا پورا واقعہ چرواہے کو سنا دیا۔ قصہ سننے کے بعد چرواہا بھی قدموں میں گر گیا اور وہ بھی اس دین میں شامل ہو گیا اور کہنے لگا کہ کچھ دیر ٹھہر جاؤ کہ میں یہ بھیڑیں مالکوں کے حوالے کر آؤں۔

وہ جا کر واپس آیا اور ان کے ساتھ ہو گیا اور ساتھ اس کا کتا بھی ہو لیا۔

اتنا سننے کے بعد یہودی بولا۔ یا علی کرم اللہ وجہہ، اگر آپ کو علم ہے تو بتائیے کہ وہ کتا کس رنگ کا تھا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میرے رسول محمد ﷺ نے فرمایا کہ وہ کتا سیاہ اور سفید رنگ کا تھا اور اس کتے کا نام قطمیر تھا اور ان لوگوں نے اس کتے کو دیکھا تو کہا یہ کتا تو بھونک کر ہمارا راز فاش کر دے گا۔ اس کو بھگا دینا چاہیے۔ پس انہوں نے کوشش کی کہ وہ کسی طرح بھاگ جائے مگر اس کتے نے کسی طرح اپنے مالک سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ ان لوگوں نے پتھر اٹھایا کہ اس کو ڈرایا جائے مگر اس نے مالک کے قدموں میں لوٹنا شروع کر دیا اور قدرت الہی سے اس کو زبان مل گئی اور گویا ہوا کہ اے لوگو مجھے کیوں اپنے سے دور کرتے ہو جبکہ میں بھی تمہاری طرح اپنے

پروردگار کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں۔ مجھ کو اپنے ساتھ رہنے دو تاکہ میں دشمنوں سے تمہاری حفاظت کر سکوں۔

یہ سن کر سب کو حیرت ہوئی اور اس کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ وہ چرواہا ان سب ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک غار تھا۔

جب یہ لوگ جب اس غار کے دہانے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ غار کے دہانہ پر ایک بہت بڑا صحن موجود ہے۔ اس میں درخت بھی لگے ہوئے ہیں اور ان درختوں پر تازہ میوہ اور پھل لگے ہوئے ہیں اور قریب ہی ایک ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ بھی بہہ رہا ہے۔ قدرت کے ان عطیات کو دیکھ کر خدا کا شکر بجالائے اور خوب سیر ہو کر پھل کھائے۔ پانی پیا اور آرام کیا۔ پھر آہستہ آہستہ رات کی تاریکی پھیلنے لگی تو غار میں جا کر پناہ لی اور ان کا کتا غار کے دروازہ پر سپردہ دینے لگا اور غار کا راستہ روک کر بیٹھ گیا۔ جب یہ سب افراد سو گئے تو پروردگار عام نے ملک الموت کو حکم دیا کہ ان سب کی روحیں قبض کر لی جائیں۔ چنانچہ ان کی روحیں قبض کر لی گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر دو دو فرشتوں کو قائم کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ان کو دائیں بائیں کروٹیں بدلواتے رہیں اور سورج کو حکم دیا کہ وہ ان کے دائیں بائیں اپنی کرنوں

سے نور افشانی کرتا رہے تاکہ ان کے جسم بوسیدہ نہ ہوں۔
اب بادشاہ کا ذکر سنئے۔ جب وہ جشن منا کر واپس لوٹا تو اپنے
چھ وزیروں کو نہ پا کر دوسرے افسروں اور اہل دربار سے معلومات
کیں۔

کچھ لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی مگر دو رومیوں نے بادشاہ کو بتلایا
کہ ان چھ وزیروں نے ایک خفیہ مجلس بلائی تھی جس میں غور
کرنے کے بعد انہوں نے اپنا ایک نیا خدا بنا لیا ہے اور تیری خدائی
سے منکر ہو گئے۔ یہ سن کر بادشاہ غصہ میں پھوٹ پھوٹ کر لگا اور
فورا اپنے سپہ سالار کو بلایا اور حکم دیا کہ ایک لشکر بہترین قابل
رومیوں کا فورا ان کے پیچھے ان کی تلاش میں بھیجا جائے۔

چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی اور فوج کے جوان ان کی تلاش میں
روانہ ہو گئے وہ فوجی شہر میں ہر جگہ ان کو تلاش کرتے رہے مگر وہ
لوگ نہ ملے۔ ان کو معلوم ہوا کہ وزیر بادشاہ کے خوف سے شہر
سے باہر کسی جگہ بھاگ گئے ہیں تو وہ لوگ پاؤں کے نشان دیکھتے
دیکھتے پہاڑی کے قریب پہنچ گئے۔

بادشاہ چونکہ بہت غصہ میں تھا لہذا اس سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ
بھی کچھ جوان لے کر اپنے فوجیوں سے جا ملا اور تلاش کرتے ہوئے
غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ اتفاقاً بادشاہ نے غار کے اندر جھانک

کر دیکھا کہ سب کے سب مرے پڑے ہیں پس اس نے اپنے فوجی افسروں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ لوگ اگر میرے ہاتھ لگ جاتے تو اس سے زیادہ اور کیا سزا دیتا جو انہوں نے خود ہی اپنے لئے تجویز کر لی ہے۔ فوراً اس غار کے وہانے پر ایک دیوار چن دی جائے۔

فوجیوں نے **میں** کر بہت جلد غار کے وہانے کو چونے کے پتھر وغیرہ سے بند کر دیا اور اپنے فوجیوں سے کہا کہ ان کے خدا سے کہہ دو کہ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو ان کو اس غار میں سے زندہ نکال دے اور یہ کہہ کر اپنی فوج لے کر واپس اپنے شہر آگیا۔

یہ وزیر اور چرواہا وغیرہ اسی حالت میں **تین سو سال** تک پڑے رہے۔ **تین سو سال** بعد خداوند کریم نے فرشتے کو حکم دیا اور ان لوگوں میں دوبارہ روح پھونک دی گئی اور یہ لوگ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج رات کو اتنے بے سدھ ہو کر سوئے کہ اپنے اللہ کی عبادت بھی نہ کر سکے۔ چلو باہر چشمہ پر منہ ہاتھ دھوئیں۔

اٹھ کر دیکھا کہ غار کا دہانہ بالکل کھلا ہوا ہے۔ غار سے باہر نکل کر دیکھا تو وہاں چشمہ نہیں تھا اور درخت بھی سوکھے پڑے تھے۔ وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ ایک رات میں کیا سے کیا ہو

گیا ہے۔ چشمہ ایک رات میں کیسے خشک ہو گیا۔ درخت کہاں چلے گئے؟

بہر حال اس کو پھر دیکھیں گے مگر سب کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سوچنے لگے کہ پھلدار درخت تو ہیں نہیں کسی کو بھیجنا چاہیے کہ شہر سے جا کر کھانا لے آئے۔ سب نے مل کر مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ تملیخا شہر جائے۔ تملیخا نے چرواہے کے لباس سے اپنا لباس تبدیل کیا کہ پہچانا نہ جاؤں اور کچھ درہم لے کر شہر کو چل دیا اور بست ہو شیاری سے کہ کہیں بادشاہ یا اس کے آدمی نہ دیکھ لیں، وہ شہر کے دروازے تک پہنچ گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ شہر کے دروازے پر ایک جھنڈا لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے ”لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ۔“

تملیخا بست دیر تک اس جھنڈے کو غور سے دیکھتا رہا اور متعجب ہوا۔ آخر شہر میں داخل ہوا۔ کوئی شخص شناسا نہ تھا۔ پھر ایک نانوائی کی دکان پر گیا۔ اس سے پوچھا بھائی اس شہر کا کیا نام ہے۔

اس نے کہا۔ افسوس۔

پھر پوچھا۔ بادشاہ کا نام کیا ہے؟

کہا۔ عبدالرحمن۔

پھر کہنے لگا کہ بھائی پھر میرا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ خیر تم یہ درہم لے لو اور ان کا کھانا دے دو مگر کھانا سوار کی چربی کا نہ ہو۔ درہم دیکھ کر نانبائی تعجب میں رہ گیا کہ یہ کون سے ملک اور کون سے بادشاہ کا سکہ ہے۔

یہودی بولا۔ یا علی کرم اللہ وجہہ ذرا یہ تو بتائیں کہ ان سکوں کا کیا وزن تھا؟

آپ نے جواب دیا کہ میرے آقا محمد ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ موجودہ زمانہ کے درہم کا ۳۱۳ دان حصہ تھا۔

پھر آپ نے قصہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ درہم دیکھ کر نانبائی بولا کہ تم کو کہیں سے پوشیدہ خزانہ ملا ہے مجھے بھی حصہ دار بناؤ ورنہ تم کو گرفتار کرا دوں گا۔

تملیخا نے کہا کہ بھائی مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا۔ بلکہ تین روز پہلے ہم نے خرمہ فروخت کئے تھے ان سے یہ درہم ملے تھے اب تم سچ پوچھتے ہو تو بات یہ ہے کہ ایرانی بادشاہ سے ڈر کر ہم لوگ بھاگ گئے تھے۔

نانبائی بولا۔ ایک تو خزانہ میں حصہ دار نہیں بناتے پھر مذاق کرتے ہو۔ ایرانی بادشاہ ۳۰۰ سال پہلے حکومت کرتا تھا اب کہاں؟ یہ کہہ کر نانبائی نے ان کو پکڑ لیا دوسرے افراد بھی اکٹھے ہو

گئے اور تملیخا کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے اور بادشاہ کو تمام قصہ خزانہ کا بتایا۔ بادشاہ نے کہا۔ اے جوان مرد بے فکر ہو جا۔ اصل بات سے آگاہ کر۔ ہم خزانہ سے خس کے سوا کچھ نہ لیں گے۔

تملیخا نے اپنا اصل قصہ بادشاہ کو سنایا۔ اس سے پوچھا کہ یہاں تمہارا کوئی واقف بھی ہے؟
تملیخا نے ہزاروں آدمیوں کے نام لئے مگر وہ سب مرچکے تھے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟
کہا۔ اسی شہر میں۔

بادشاہ نے اپنا ایک آدمی ساتھ بھیج دیا کہ جا کر مکان معلوم کرے۔ تب تملیخا بادشاہ کے آدمی ساتھ لے کر اپنے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک عالیشان مکان ہے۔ مالک مکان کو اندر سے بلایا اور کہا کہ یہ شخص اس مکان کو اپنا مکان بتاتا ہے۔ مالک مکان غصہ میں بھڑ گیا پھر اس کا نام دریافت کیا۔ جب اس نے کہا کہ میرا نام تملیخا ہے تو اس مالک مکان نے کہا۔ دوبارہ کہہ۔

اس نے دوبارہ یہی کہا۔ یہ سن کر وہ شخص تملیخا کے قدموں پر گر گیا اور پاؤں کو بوسہ دینے لگا کہ یہ تو میرے جد امجد ہیں۔
خداوند کریم کی قسم ہم کو ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ نے بتایا کہ یہ چھ

وزیر ہیں جو تین سو سال تک سوتے رہیں گے پھر زندہ ہوں گے۔
یہ خبر جب بادشاہ کو پہنچی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو خود تملیخا
کے پاس آیا۔ گھوڑے سے اتر کر تملیخا کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔
اس تعظیم و تکریم کو دیکھ کر اور لوگوں نے بھی تملیخا کے دست و پا
کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔

بادشاہ نے باقی ساتھیوں کے بابت پوچھا تو کہا کہ وہ سب غار
میں کھانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہذا بادشاہ اور دوسرے افراد ان
کو لینے غار تک گئے۔ تملیخا نے کہا کہ آپ لوگ دور ٹھہر جائیں
مبادا اتنا مجمع دیکھ کر وہ لوگ ڈر جائیں۔ میں اکیلا جا کر ان کو تمام
ماجرا سناتا ہوں۔ پس وہ اکیلا ہی غار میں گیا۔ تملیخا کو دیکھ کر سب
خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ ڈر رہے تھے کہ کہیں تم کو
گرفتار نہ کر لیا گیا ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے۔

تملیخا نے کہا کہ اب یہ قصہ چھوڑ دو اور دوسری بات سنو۔
جتناؤ کہ تم لوگ کتنی دیر سوتے رہے؟

سب نے جواب دیا کہ ایک رات سوتے رہے یا شاید اس
سے کچھ کم یا زیادہ۔

تملیخا نے کہا نہیں۔ بلکہ ہم سب لوگ تین سو سال سوتے
رہے۔ بادشاہ و اصل جہنم ہو چکا ہے۔ اب جو بادشاہ ہے وہ اللہ پر

ایمان رکھتا ہے اور اس کی تمام رعایا بھی ایک خدا پر ایمان رکھتی ہے اور بادشاہ اور تمام رعایا غار کے باہر جمع ہیں انہوں نے میری بہت عزت کی ہے۔ اب وہ لوگ تم سب کی زیارت کے شوق میں باہر انتظار کر رہے ہیں۔

تملیخا کے ساتھیوں نے کہا کہ اے تملیخا اب کیوں ہمیں تمام اہل شر کے سامنے تماشہ بنا کر پیش کرتے ہو؟
تملیخا نے پوچھا۔ تب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟
ساتھیوں نے جواب دیا۔ ہم سب دعا مانگتے ہیں تم بھی اس دعا میں شامل ہو جاؤ۔

آخر سب رضامند ہو گئے اور یہ دعا اپنے رب کے حضور مانگنے لگے۔

”اے کل جہان کے پالنے والے۔ تجھ کو واسطہ ہے ان عجائبات کا جو تو نے ہم میں ظاہر کئے ہیں۔ ہماری روحیں دوبارہ قبض کر لے تاکہ اس دنیا کے شر سے ہم محفوظ رہیں۔“

چنانچہ بارگاہ ایزدی میں ان کی یہ دعا قبول ہو گئی اور پروردگار عالم نے فرشتہ کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دیا اور ان کی روحیں قبض کر لی گئیں اور قدرت خداوندی سے غار کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

جب کافی دیر تک یہ لوگ باہر نہ نکلے تو اہل شہر جو باہر انتظار میں کھڑے تھے غار تک پہنچ گئے مگر غار کے اندر جانے کا راستہ نہ ملا اور وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ نیک روحیں دوبارہ اپنے اللہ کے پاس جا چکی ہیں اور اللہ کی قدرت سے غار کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور کوئی راہ ان کے تک جانے کی نہیں ہے۔ ہمارے رب نے ان کو محفوظ کر لیا ہے۔

ان لوگوں میں کچھ مسلمان بھی تھے اور کچھ عیسائی تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور غار کے دروازہ پر ان کی یاد میں ایک مسجد بنائی جائے۔ عیسائیوں نے کہا۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ لوگ ہم میں سے تھے اور عیسائی تھے لہذا اب یہاں گر جا بنایا جائے۔

اس جھگڑے نے طول کھینچا اور دونوں فرقوں میں لڑائی ہونے لگی۔ مگر قدرت کاملہ سے مسلمان سردار غالب آیا اور اس نے کنف کے دروازہ پر مسجد بنوا دی تاکہ آئندہ ہر ایک کے لئے قابل زیارت ہو۔

اتنا کہ چکنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے یہودی جو کچھ میں نے بیان کیا ہے کیا تمہاری تورات میں بھی اسی طرح مرقوم ہے۔

یہودی کہنے لگا۔ اے علی کرم اللہ وجہہ، آپ اب بھی مجھے
یہودی کے نام سے پکارتے ہیں حالانکہ میں کب کا ایمان لا چکا
ہوں۔ اب صدق دل سے کلمہ پڑھتا ہوں۔
اس نے بھی کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔



سوانح مبارک خلیفہ چہارم، حیدر کرار، باب علم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ہجرت سے اکیس سال پہلے خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام علی چچو اور کنیت ابوالحسن اور ابو تراب تھی۔ والدہ ماجدہ نے آپ کا نام حیدر رکھا جس کے معنی پھاڑنے والا شیر ہے۔ امین، شریف، مرتضیٰ، اسد اللہ اور امیر المومنین ان کے القاب ہیں۔

خاندانی اعتبار سے آپ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے۔ آپ کے والد کا نام جناب ابوطالب بن عبدالمطلب ہے۔

سرور کائنات ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی کہ آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ اس پر آپ ﷺ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کے والد اور اپنے چچا جناب ابوطالب کے پاس رہنے لگے اور ان کی وفات تک ان کے ساتھ ہی رہے۔ جناب ابوطالب حضور ﷺ کے لیے باپ کے برابر تھے۔ باوجودیکہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، تاہم ان کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے بھتیجے کو تکلیف دے۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک جناب ابوطالب زندہ رہے حضور ﷺ مصائب سے محفوظ رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ ان کا شجرہ نسب بھی دوسری پشت میں رسول کریم ﷺ سے جا ملتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ سے اس قدر محبت تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ انہیں ماں کہہ کر بلایا کرتے تھے۔

عرب کے رواج کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبیلہ بنی ہلال کی ایک دایہ کے سپرد تھے جس نے دو سال تک ان کی پرورش کی اور دودھ پلایا۔ اس کے بعد اپنی والدہ کے پاس چلے آئے۔ بچپن میں ہی حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خاص محبت تھی جو آخر وقت تک قائم رہی، یہاں تک کہ پھر یہ نبی آخر الزماں ﷺ کے داماد بنے۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اس وقت

ان کی عمر نو، دس سال کے قریب تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی مشرف باسلام ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ رسالت پناہ ﷺ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کو پورا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔

دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی کفار مکہ کے ہاتھوں بہت سی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ جب آپ کے والد جناب ابوطالب نے انتقال کیا تو اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ جناب ابوطالب کی وفات کے بعد کفار نے رسول خدا ﷺ کو پہلے سے زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت تک جس قدر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، نبی کریم ﷺ نے انہیں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں رہ گئے۔ جس رات آنحضرت ﷺ نے مکہ سے روانگی کا ارادہ فرمایا اور کفار کو آپ کے ارادے کا علم ہو گیا تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ سرور کائنات ﷺ خود تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اپنے مکان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سلا دیا اور حکم دیا کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، ان کو ادا کر کے مدینہ چلے آنا۔ کفار تنگی تلواریں لیے

چاروں طرف سے مکان کو گھیرے ہوئے تھے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بے خوف سرور کائنات ﷺ کی چادر مبارک اوڑھ کر سو رہے۔ صبح جب کفار نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ تو تشریف لے جا چکے ہیں تو سخت پریشان ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ مدینہ سے دو تین میل ادھر ادھر ہی قبائیں جہاں حضور ﷺ نے چند روز قیام فرمایا تھا، یہ حضور ﷺ سے جا ملے اور مسجد قبا کی تعمیر میں حصہ لیا۔

غزوہ بدر میں جب کفار نے لکڑا کہ ہم اپنے جیسوں کو میدان جنگ میں بلاتے ہیں اور انصار سے نہیں لڑیں گے تو فوراً حضرت علی کرم اللہ وجہہ میدان میں آ گئے۔ شدید لڑائی ہوئی اور آپ کی تلوار نے بہت سے کفار کو موت کے گھاٹ اتارا۔ جنگ احد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کفار کے گیارہ علمبردار ہلاک کیے۔ جب مسلمانوں میں افراتفری مچی تو سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور کفار کے حملوں کو روکتے رہے۔ اسی موقع پر سرور دو جہاں ﷺ نے آپ کو ذوالفقار نامی اپنی تلوار مرحمت فرمائی جس سے آپ نے بے شمار کافروں کو تہ تیغ کیا۔ اسی جرات کو دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے

فرمایا۔

”علیٰ! آسمان کے فرشتے بھی تمہاری بہادری کی تعریف کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں علی سا جوانمرد اور ذوالفقار ایسی تلوار نہیں۔“

غزوہ خندق میں کافروں کے ایک مشہور و معروف پہلوان عمرو بن عدو تھا جو ایک ہزار جنگجو بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے میدان میں آکر للکارا۔

”جس کو موت سے محبت ہے وہ میرے سامنے آئے۔“

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مقابلے کو نکلے۔ عمرو نے وار کیا جسے آپ نے خالی جانے دیا اور پھر خود ایک ایسا وار کیا کہ عمرو کے بدن کے دو ٹکڑے کر دیے۔

غزوہ خیبر کا واقعہ بہت مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وادی خیبر میں یہودیوں نے کئی قلعے بنا رکھے تھے۔ ان کی تسخیر کے لیے الگ الگ صحابہ کرام مقرر تھے۔ ان میں ایک قلعہ کسی سے فتح نہ ہو سکا۔ آخر ایک رات نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”صبح اس بہادر کو علم عطا کیا جائے گا جس نے کسی لڑائی سے منہ نہ پھیرا ہو اور جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ فتح لکھ دی

ہے۔“

بڑے بڑے صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کو یہی امید تھی کہ علم اسے ہی ملے گا۔ چونکہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں دکھتی تھیں، اس لیے ان کی طرف کسی کا دھیان ہی نہ گیا۔ اگلے دن جب سب صحابہؓ جمع ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”علیؑ کہاں ہیں؟“

لوگوں نے عرض کیا کہ **ان کی آنکھیں دکھتی ہیں**، اس لیے وہ حاضر نہیں ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔
”ان کو بلایا جائے۔“

جب وہ حاضر ہوئے تو رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے **آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں**۔ اس کے بعد اسلامی پرچم ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔
”انشاء اللہ فتح تمہارے ہاتھ ہو گی۔“

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے جاتے ہی قلعے کے نیچے جھنڈا گاڑ دیا۔ اوپر سے ایک یہودی نے پوچھا۔
”کون ہے جو اس طرح بے خوف ہو کر ہماری سرحد میں آگیا ہے؟“

آپ نے جواب دیا۔ ”میں علیؓ ابن ابی طالب ہوں۔“
اس پر یہودی نے چیخ کر کہا۔ ”توریت کی قسم، اب ہماری خیر
نہیں۔“

چنانچہ گھسان کا رن پڑا اور یہودیوں کا سپہ سالار مرحب
حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مرحب کے قتل
ہوتے ہی مخالفین کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ قلعہ بند ہو گئے۔
حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر قلعے کا وزنی دروازہ ہاتھ سے اکھاڑ
کر خندق کی چوڑائی پر رکھ دیا جس سے ایک پل بن گیا۔ اسے عبور
کر کے لشکر اسلام فتح کے نعرے لگاتا ہوا قلعے میں داخل ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ کرم
اللہ وجہہ عدالت کے کام پر متعین تھے۔ آپ کے فیصلوں کو نہایت
قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں علاوہ
عدالت کے مشیر اول کے خلیفہ کے نائب بھی مقرر ہوئے۔ چنانچہ
جب دو دفعہ حضرت عمرؓ سیاسی کام سے مدینہ سے باہر تشریف
لے گئے تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ہی نائب کی حیثیت سے کام
کرتے رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے چند صحابہؓ کو فتویٰ دینے کی
اجازت دے رکھی تھی جن میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو اولیت
کا فخر حاصل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں آپ مشیر اور قاضی تو رہے مگر سلطنت کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ بلکہ ایک حد تک گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ تاہم آپ سے مشورہ ضرور لیا جاتا تھا۔

جب عبداللہ بن سبا یہودی نے آپ کے نام کی آڑ لے کر ملک میں فتنہ و فساد برپا کیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس بغاوت کو سختی سے کچل دینا چاہئے۔ اگر بے جا نرمی سے کام لیا گیا تو یہ فتنہ بہت بڑھ جائے گا۔ جب باغیوں نے اعلان یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایما پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو آپ نے اس سے قطعی انکار فرمایا اور مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے۔

جب باغیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر ان مظالم کا اظہار کریں تو آپ نے انکار کر دیا اور اس کے برعکس اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا لیکن باغیوں نے کسی کی نہ سنی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بے رحمی سے شہید کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد حضرت علی کرم

اللہ وجہہ کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فتنہ و فساد سے پرہیز اور تقویٰ کی طرف توجہ دلائی۔

خطبہ کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ خلیفہ کا پہلا فرض یہ ہے کہ شرعی حدود کو قائم رکھے۔ اس لیے جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان سے قصاص لیا جائے۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

”یہ درست ہے لیکن کچھ امن و امان ہو لینے دو۔“

یہ جواب سن کر لوگ واپس چلے آئے لیکن اس سے دو متضاد خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے۔ بعض نے تو اس جواب کو معقول سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی مگر بعض کا خیال یہ تھا کہ اگر باغیوں کی یہی حالت رہی تو ہم قصاص نہ لے سکیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ اور بعض دوسرے صحابہ مدینہ منورہ سے نکل گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے تمام گورنروں کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے محترم آدمی مقرر کر دیے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے

چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو عقل مندی میں سارے عرب میں مشہور تھے، انہیں اس کا انجام سمجھا کر اس سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ مانے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض گورنروں نے نہ صرف بیعت کرنے سے انکار کر دیا بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والیوں کو چارج بھی نہ دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنروں میں سب سے زیادہ بااثر تھے۔ وہ خاندان بنو امیہ سے تھے۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرف دار شام میں آکر جمع ہونے لگے۔ اس کے علاوہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قابل اعتبار فوج بھی تھی جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھتی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے جب انہیں معزولی کا حکم ملا تو انہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت سے انکار کر دیا اور ایک خالی کاغذ پر اپنی مہر لگا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب قاصد سے اس کا مقصد دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود پیراہن اور آپ کی زوجہ محترمہ کی کٹی ہوئی ہتھیلی دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر پڑی ہوئی ہے، جن پر ساٹھ ہزار لوگ ماتم کر رہے ہیں اور وہاں کے لوگ خلیفہ سے شہید

کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔
”اے خدا۔ تو گواہ ہے کہ میں عثمان غنیؓ کے خون سے بری

ہوں۔“

اسی دوران میں اطلاع ملی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ پہنچ کر حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

جن دنوں حضرت عثمان غنیؓ کو باغیوں نے محصور کر رکھا تھا، حضرت عائشہ صدیقہؓ حج کے لیے تشریف لے گئی تھیں، وہیں انہیں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر ملی جس کا انہیں سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے حرم میں مسلمانوں کے سامنے ایک زبردست تقریر بھی فرمائی۔

مکہ کے حاکم اس وقت عبداللہ بن حضرمی تھے۔ بصرہ سے ابن امیہؓ بھی آگئے۔ مدینہ منورہ سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بھی پہنچ گئے۔ ان سب نے فیصلہ کیا کہ بصرہ چل کر حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا جائے۔ مردان اور بنی امیہ کے اکثر لوگ اس قافلے میں شریک ہو گئے۔

جب یہ بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان غنیؓ بن حنیف جو حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر کیے گئے تھے، انہوں نے ان سے بصرہ کی طرف آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں فرمایا۔

”ہم خلیفہ مقتول کا قصاص مانگتے ہیں۔“

اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ”کیا حضرت علو رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔“

انہوں نے جواب دیا۔ ”ہم سے جبراً بیعت لی گئی ہے۔“

عثمان بن حنیف نے اس قافلے کو بصرہ میں آنے سے روکنا چاہا مگر سب لوگ ہم خیال نہ تھے چنانچہ یہ اپنی جماعت لے کر قافلے کے بائیں پہلو پر مقام مرید میں ٹھہرے۔ بصرہ کے اکثر لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ مل گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علو رضی اللہ عنہ نے عوام کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے ابھارا، جس سے وہ عثمان بن حنیف کے ساتھ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی بلند اور پر رعب آواز میں ایک زبردست تقریر ارشاد فرمائی۔ ان کی تقریر سے نہ صرف فریقین میں لڑائی رک گئی بلکہ بہت سے مخالف لوگ آکر ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ قاصد بھیج کر مدینہ منورہ سے معلوم کیا جائے کہ ان ہر دو حضرات کی بیعت کس طرح عمل

میں آئی۔

چنانچہ بصرہ کے قاضی کو اس غرض کے لیے مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ انہوں نے مسجد نبویؐ میں پکار کر کہا۔

”حضرت علیؑ اور حضرت زبیرؓ نے رضامندی سے

بیعت کی ہے یا جبر سے؟“

اس پر عام لوگ چپ ہو گئے لیکن اسامہ بن زیدؓ نے صاف صاف کہہ دیا کہ جبراً ”بیعت لی گئی ہے۔ یہ سنا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند حامی اس قدر برا فروخت ہو گئے کہ اگر حضرت صہیبؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور محمد بن مسلمؓ بیچ بچاؤ نہ کراتے تو لوگ یقیناً“ حضرت اسامہؓ کو مار ڈالتے۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان بن حنیفؓ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ بیعت کر کے منحرف ہو گئے ہیں تو ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

بصرہ کا قاضی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ خط ایک ساتھ بصرہ پہنچے۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؑ نے عثمانؓ کو پیغام بھیجا کہ چونکہ ہماری بات کی تصدیق ہو گئی ہے اس لیے تمہیں ہمارا ساتھ دینا چاہئے۔ انہوں نے جواب دیا۔

”میں خلیفہ کا حکم مانوں گا۔“

اس پر فریقین میں لڑائی چھڑ گئی اور حضرت عثمان غنیؓ گرفتار کر لیے گئے لیکن بعد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حکم پر چھوڑ دیے گئے اور انہیں اجازت دی گئی کہ جہاں ان کا جی چاہے وہ چلے جائیں۔ یہ مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چلے گئے۔ حکیم بن جبہ اور اس کے بہت سے ساتھی جو حضرت عثمان غنیؓ کی قتل میں شریک تھے، اس جنگ میں مارے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شام پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے مگر بصرہ کے حالات دیکھ کر اس طرف کا رخ کیا۔ باوجود حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے منع کرنے کے کوفہ کے ہزاروں لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

بصرہ کے قریب پہنچ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک قاصد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

ام المومنینؓ نے فرمایا۔ ”خليفة مقتول کا قصاص۔ قصاص نہ لینا قرآن شریف کے حکم کو پس پشت ڈالنا ہے۔“

قاصد نے سارا ماجرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آ کر پیش کر دیا۔ اگلے دن حضرت علیؓ بصرہ کی طرف چلے اور حکم دیا کہ ہمارے لشکر کے وہ لوگ جو حضرت عثمان غنیؓ کے قتل

میں شریک تھے، وہ ہم سے الگ ہو جائیں اور ہمارے ساتھ شہر میں داخل نہ ہوں۔

عبداللہ بن سبا کو مسلمانوں میں صلح کا ہو جانا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ اس نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا۔

”اگر ان میں صلح ہو گئی تو ہماری خیر نہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ساتھ ساتھ لگے رہو اور جب دونوں فریق آپس میں ملیں تو لڑائی شروع کر دو تاکہ ان میں مصالحت کی کوئی صورت ہی پیدا نہ ہو سکے۔“

فریقین میں صلح کی گفت و شنید شروع ہو گئی۔ شام تک شرائط صلح طے ہو گئیں اور دونوں فریق اطمینان سے سو رہے۔ لیکن سبائیوں کو رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح ہوتے ہی سبائی جماعت نے ایک طرف سے مخالفین پر حملہ کر دیا۔ جب حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت زبیرؓ نے لوگوں سے اس شورش کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کوفیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ دوسری طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا کہ اہل بصرہ نے رات ہم پر حملہ کر دیا تھا جس پر ہم لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس شرارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔

ایک طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سوار ہو کر نکلے تو

دوسری طرف سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اونٹ پر ہودج میں بیٹھ کر میدان جنگ میں آگئیں۔ شدید جنگ ہوئی۔ لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اونٹ کے گرد جمع ہو گئے۔ ہودج میں اس قدر تیر لگے کہ وہ تیروں سے چھدا ہوا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے جب دیکھا کہ لڑائی کسی صورت بھی ختم ہوتی نظر نہیں آتی تو آپؐ نے حکم دیا کہ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ ہودج کا گرنا تھا کہ اہل بصرہ کے جوصلے ٹوٹ گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگے۔ محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر نے ہودج کی رسیاں کاٹ دیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بصرہ میں لے جایا گیا۔ اس جنگ میں دونوں طرف کے تقریباً دس ہزار آدمی مارے گئے جن میں حضرت طلحہؓ اور ان کے بیٹے محمدؓ اور کئی نامور قریش شامل تھے۔ حضرت زبیرؓ مدینہ کو چل دیے مگر راہ میں شہید کر دیے گئے۔

قیام امن کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ گفتگو کے بعد آپؐ کو مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کر دیا گیا۔ جب حضرت ام المومنینؓ کی روانگی بصرہ سے عمل میں آئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ اور حضرت حسنینؓ کئی منزل تک پیادہ آپ کے ہمراہ گئے۔ اس طرح فریقہ میں جو

غلط ٹھہری پیدا ہو چکی تھی وہ دور ہو گئی۔ حضرت محمد بن ابی بکرؓ انہیں مدینہ منورہ تک چھوڑنے آئے۔ چونکہ اس جنگ میں ام المومنینؓ اونٹ پر سوار تھیں اس لیے اس جنگ کو جنگ جمل یعنی ”اونٹ کی جنگ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں حالات بہت خراب ہو رہے تھے اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے یہی مناسب سمجھا کہ مدینہ کی بجائے کوفہ کو دارالحکومت بنایا جائے۔ یہاں ان کے حامی بھی بہت تعداد میں تھے۔ چنانچہ ۱۲ رجب ۳۶ ہجری بروز دو شنبہ کو آپ کوفہ میں داخل ہوئے۔ میدان میں ٹھہرے اور جمعہ کے روز نہایت دلولہ انگیز تقریر فرمائی۔

کوفہ میں مستقل سکونت اختیار کر لینے حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے ملکی انتظام کو بہتر بنانے کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔۔۔ شام میں اس وقت امیر معاویہؓ گورنر تھے ان کے سرداروں نے اور سپاہیوں نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک خلیفہ مقتول کا قصاص نہ لے لیں گے اس وقت تک کسی دنیاوی خوشی میں حصہ نہ لیں گے اور فرش پر سویا کریں گے

کوفہ میں قیام کے فوراً بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ایک نمائندہ کو امیر معاویہؓ سے

بیعت لینے کے لیے بھیجا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر یہ الزام لگایا کہ اگرچہ یہ خلیفہ مظلوم کے قاتلوں میں نہیں تاہم ان کے حامی ضرور ہیں۔

نمائندہ نے واپس آ کر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام حالات سے باخبر کیا تو انہوں نے شام پر لشکر کشی کا فیصلہ کر دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی اپنی فوج کو لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر نے دریائے فرات کو عبور کیا تھا کہ شامی فوج سامنے آ گئی۔ دونوں فوجوں کے نگران دستوں میں معمولی جھڑپیں ہوئیں لیکن بعد میں دونوں نے ایک دوسرے کے سامنے خیمے ڈال دیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر لینے پر زور دیا تاکہ امت میں فتنہ و فساد پیدا نہ ہو۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی وعظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا ہوتا۔ اس پر وفد نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس پر دونوں میں سخت کلامی ہوئی اور اس سفارت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اس ناکامی کے باوجود ابھی لڑائی شروع نہ ہوئی تھی کیونکہ فریقین میں ابھی ایسے لوگ موجود تھے جو جنگ کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ کبھی کبھی محافظ دستوں میں جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ محرم کے مہینے کے احترام میں یہ معمولی لڑائیاں بھی بند ہو گئیں۔ اس دوران میں صلح کی گفتگو جاری رہی۔

محرم ۷ ۳ ہجری کے گزرتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج نے اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ شامیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کئی روز تک لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر ۸ صفر کو جنگ کا یہ عالم تھا کہ رات کو بھی فوجیں آپس میں لڑتی رہیں۔ اگلی صبح کو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج شامیوں کو دباتی چلی جا رہی تھی یکایک نیزوں پر قرآن اٹھا کر اہل شام پکارنے لگے۔

”اگر اہل عراق مارے گئے تو فارس کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اور اگر اہل شام فنا ہوئے تو روم کی حدود کی حفاظت کون کرے گا؟ آؤ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر لیں۔“

عراقیوں نے قرآن دیکھ کر لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور کہا۔

”کتاب اللہ کا فیصلہ منظور ہے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بہتیرا کہا کہ تم حق پر ہو اپنا ہاتھ

نہ روکو۔ فتح اب قریب ہی ہے۔ یہ لوگ تم کو فریب دے رہے ہیں تاکہ تم لڑائی سے باز رہو لیکن عراقیوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ ”آپ کتاب اللہ کے فیصلے کو منظور کر لیں ورنہ ہم آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔“

اس طرح لڑائی ختم ہو گئی اور فریقین میں پھر صلح سمجھوتے کی کوشش ہونے لگی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تجویز کیا کہ فریقین میں سے ایک ایک آدمی لیا جائے جو کتاب اللہ کی رو سے اس قصے کا فیصلہ کر دیں۔ عراقیوں نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ شامیوں نے متفقہ طور پر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ منتخب کر لیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں اس مسئلہ پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ عراقیوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن عراقیوں نے مخالفت کی اور کہا کہ ثالث غیر جانبدار ہونا چاہئے۔ چنانچہ مجبوراً“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر راضی ہونا پڑا۔

دونوں پہنچوں نے فریقین سے ایک ایک عہد نامہ لکھوایا کہ جو فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔ اسے مانیں گے اور جو

نہ مانے گا، اس کے مقابلے میں ہم دوسرے فریق کی مدد کریں گے۔ تا فیصلہ جنگ بند رہے گی۔ فریقین کو آنے جانے کی کامل آزادی ہوگی۔ بچوں سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ نیک نیتی سے امت کی بہتری کا خیال رکھتے ہوئے اس معاملہ کو طے کریں گے اور امت میں باہمی جنگ اور تفریق پیدا نہ ہونے دیں گے۔ فیصلہ کی میعاد رمضان کے مہینے میں رکھی گئی اور بچوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اگر ضرورت سمجھیں تو اس میعاد کو بڑھا سکتے ہیں۔ اگر کسی آدمی کی شہادت کی ضرورت ہو تو اس کی شہادت دلوائی جائے گی۔ شام اور عراق کے درمیان فیصلہ کا مقام رکھا جائے۔ بچ اگر مجمع عام میں فیصلہ کا اعلان مناسب خیال نہ کریں تو خاص خاص اشخاص کو موقع پر طلب کر کے فیصلہ سنا دیں گے۔ اس طرح یہ تباہ کن جنگ ختم ہو گئی جس میں نوے ہزار مسلمان قتل ہوئے۔

اس ثالث نامہ کے لکھے جانے کے بعد خارجیوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی جس نے اس بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے علیحدگی اختیار کی کہ انہوں نے قرآن کے معاملے میں دو آدمیوں کو کیوں حکم مقرر کیا ہے۔ انہوں نے شیث بن ریحی کو اپنا امیر بنا لیا۔ یہ شخص اس وفد میں شامل تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے امیر معاویہ کے پاس بھیجا گیا تھا۔

ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا مگر جب کوئی کامیابی نہ ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود تشریف لے گئے اور بڑی مشکل سے انہیں منا کر شہر کوفہ میں لائے۔

چھ ماہ گزر جانے کے بعد جب رمضان کا مہینہ قریب آیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو چار سو آدمیوں کے ہمراہ مقام فیصلہ کی طرف روانہ کیا۔ دوسری طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قدر اشخاص کے ساتھ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ دونوں فریق اذواح کے مقام پر جمع ہوئے۔ اگرچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس خانہ جنگی میں کوئی حصہ نہ لیا، تاہم انہوں نے فیصلہ سننے کے لیے یہ حضرات بھی وہاں پہنچ گئے۔

فریقین میں ایک بہت بڑا فرق یہ بھی تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جس قدر خطوط آتے تھے ان سے کوئی دوسرا شخص واقف نہ ہوتا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جب خطوط آتے تو عراقیوں کا اصرار ہوتا تھا کہ وہ خطوط سب کے سامنے سنائے جائیں۔

بات چیت کے بعد دونوں پہنچ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کو خلافت نہ دی جائے اور یہ معاملہ امت پر چھوڑ دیا جائے کہ کثرت رائے سے جسے منتخب کر لیں، وہی خلیفہ ہو۔

چنانچہ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور یہ تحریری فیصلہ سنایا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بنا پر اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس فیصلے پر اس لیے راضی ہو گئے کہ اس فیصلے کی رو سے کم از کم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو خلافت سے محروم ہو جائیں گے۔ انہیں یقین تھا کہ امت کا ایک بہت بڑا حصہ ان کے زیر اثر ہے اور وہ ان کو ہی منتخب کرے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ کو حکم دیا کہ چونکہ ہنچوں نے قرآن کے خلاف فیصلہ دیا ہے اس لیے شام پر حملے کے لیے تیار ہو جاؤ، اور خوارج کو بھی شرکت کی دعوت دی۔

خوارج نے نہ صرف شرکت سے انکار کر دیا بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں شامل ہونے والے لوگوں کو بھی روکتے رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خارجیوں کی بڑھتی ہوئی شورش کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ شام پر حملے کا ارادہ ملتوی کر کے پہلے ان ہی کا سدباب کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے آپ نہروان

کی طرف بڑھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کو سمجھانے کے لیے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب اس غمگینو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آپ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ کچھ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے۔ وہ الگ ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی۔ خارجی انتہائی جوش و خروش سے لڑے، یہاں تک کہ اکثر فوج کے گھاٹ اتر گئے۔

اس فتح کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے غرض کی کہ ہمارے تیر گزشتہ جنگ میں ختم ہو گئے ہیں، تلواریں کند ہو گئی ہیں اور نیزے بے کار ہو گئے ہیں۔ اسلحہ درست کرنے کی مہلت دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس غرض کے لیے تحیلہ میں قیام فرمایا۔ مگر وہ لوگ تیار ہونے کی بجائے آہستہ آہستہ چھپ چھپ کر گھروں کو جانے لگے، یہاں تک کہ صرف ایک ہزار اشخاص ان کے پاس رہ گئے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے پر جوش خطبوں

سے اہل کوفہ کو بہت ابھارا۔ وہ زبان سے اقرار تو کر لیتے تھے مگر وقت آنے پر گھروں میں بیٹھ رہتے تھے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تیار نہیں ہوتے تو مایوس ہو کر شام کی لشکر کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں مصر کا معاملہ اس وقت سب سے اہم تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ والی مصر تھے۔ انہوں نے اہل مصر کو اپنے قابو میں کر لیا تھا لیکن جب مسلمہ بن مخلد کے ماتحت ایک ایسی جماعت مصر میں پہنچی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہ لینے کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو جائز نہ سمجھتی تھی تو قیس رضی اللہ عنہ نے دانتائی سے کاء لے کر انہیں کہلا بھیجا کہ اگر تم امن سے رہو تو تمہارے وظیفے بحال رہیں گے اور تم کو بیعت کے لیے بھی مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر مصر میں گڑ بڑ ہو گئی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصر پر حملہ کر دیں گے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں قیس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدگمانی پیدا کر دی گئی۔ انہوں نے حکم بھیجا کہ فوراً "ان لوگوں سے جنگ کرو۔ قیس نے جواب دیا۔

"یہی طریقہ بہتر ہے جو میں نے اختیار کیا ہے۔ جنگ کی

صورت میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔"

لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں جنگ پر مجبور کیا تو یہ مستعفی ہو گئے اور محمد بن ابی بکرؓ ان کے گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن اسی دور ان جنگ صغین شروع ہو گئی اور یہ لڑائی نلتوی ہو گئی لیکن جب ان لوگوں کو صغین سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی واپسی کی اطلاع ملی تو وہ محمد بن ابی بکرؓ کے مقابلے پر آ گئے اور مصری فوجوں کو پے در پے شکستیں دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے جزیرہ کے والی اشتر نجبی کو مصر کا والی مقرر کیا مگر وہ راستہ میں ہی انتقال کر گئے۔

امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاص کو چھ ہزار فوج دے کر مصر روانہ کیا کہ اہل خربتہ کی امداد کریں۔ خونریز جنگ ہوئی جس میں محمد بن ابی بکرؓ بھی مارے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا۔ مصر کی فتح نے امیر معاویہؓ کے حوصلے بڑھا دیے۔ اب انہوں نے ہر طرف اسلامی صوبوں پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوجیں روانہ کرنی شروع کر دیں۔

جنگ نہروان کے بعد اگرچہ خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا تھا لیکن پھر بھی یہ لوگ مصیبت کا باعث بنے رہے۔ آخر ان کے تین

آدمیوں عبدالرحمن بن ملجم، بروک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حمیری نے آپس میں بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کیے بغیر یہ فتنہ بند نہ ہو گا۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ "برک نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا اور فیصلہ کیا کہ ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ فیصلہ کرنے کے بعد تینوں اپنی اپنی منزل کو روانہ ہو گئے۔

مقررہ تاریخ کو برک نے دمشق میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ مسجد سے باہر نکل رہے تھے مگر انہیں معمولی زخم آئے اور وہ بچ گئے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس روز بیمار تھے انہوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ کو نماز پڑھانے کے لیے بھیج دیا۔ عمرو نے انہیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر قتل کر دیا۔

ابن ملجم کسی کو اطلاع دیے بغیر کوفہ پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دوستوں میں سے اپنے معتمد کو اپنا ہمراہ بنایا اور قبیلہ تیم رباب میں جا ٹھہرا جن کے دس آدمی نہروان کی جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ انہی میں شہنہ اور ان کا بیٹا بھی تھا۔ شہنہ کی ایک بیٹی نظام نہایت قبول صورت تھی۔ ابن

ملیم نے اسے شادی کا پیغام دیا تو اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سر، ایک غلام، تین لونڈی اور تین ہزار درہم مہر پر شادی کا وعدہ کیا۔

ابن ملیم ۲۱ رمضان کو مسجد میں جا کر چھپ گیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ فجر کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ لوگوں نے ملزم کو پکڑ لیا۔ چونکہ زخم کاری تھا اس لیے آپ تیسرے دن یوم شنبہ ۲۳ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو انتقال فرما گئے۔

وفات سے پہلے آپ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور وصیت کی کہ اگر میں گزر جاؤں تو صرف قاتل سے قصاص لیتا۔ دوسرے لوگ قتل نہ کیے جائیں۔ قاتل کے اعضاء کاٹے جائیں۔ لوگوں نے پوچھا ”آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیا جائے؟“

آپ نے فرمایا۔ ”میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔“ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تجہینرو تکفین کی اور کوفہ کے قبرستان عزی میں دفن ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ



حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت چار سال اور تقریباً "نومہ" رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ آپ بہت بڑے بہادر تھے۔ بڑے بڑے معرکے پیش آئے لیکن کبھی پرواہ نہ کی۔ عہد رسالت ﷺ کے بعد اگرچہ ۲۳ سال تک ان کی تلوار میان میں رہی لیکن جب پھر زمانہ خلافت میں نکلی تو اس میں وہی کاٹ اور وہی روانی تھی۔

فتہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف دیکھتے تو آپ ہی سے مشورہ لیتے اور عام طور پر آپ کی رائے پر ہی عمل کرتے۔ زہد و تقویٰ، عبادت، ریاضت اور کمال علم و فضل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فصاحت و بلاغت میں بھی آپ بے مثل تھے۔

آپ کے چند ایک واقعات قابل ذکر ہیں۔ ایک لڑائی میں آپ نے ایک یہودی کو زمین پر گرا لیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے۔ قریب تھا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں کہ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ اس پر آپ فوراً "اس سے الگ ہو گئے۔"

لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا۔

”پہلے میں نے اس سے اللہ کے لیے لڑائی کی تھی مگر جب اس نے یہ حرکت کی تو مجھے غصہ آگیا اور میرے نفس نے کہا کہ اس کو قتل کر دینا چاہئے۔ میں نے خدا کی راہ میں نفس کی تابعداری کرنے کو گوارا نہ کیا اور اسے قتل نہ کیا۔“

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں آپ یمن کے قاضی مقرر کیے گئے تو آپ نے ایسے ایسے بے نظیر فیصلے کیے کہ دربار رسالت ﷺ میں بھی پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے گئے۔ ذیل کے واقعات سے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور قوت فیصلہ کا پتہ چلتا ہے۔

ایک شخص چوری کے جرم میں آپ کے سامنے پیش ہوا۔ دو گواہ بھی اس کے خلاف شہادت دینے کو موجود تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گواہوں کو طلب کر کے فرمایا۔

”اگر تمہاری گواہی غلط ثابت ہوئی تو تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔“

یہ کہہ کر اپنے کام میں مچو ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد سراسٹھا کر دیکھا تو گواہوں میں سے ایک بھی وہاں موجود نہ تھا۔ آپ نے ملزم کے خلاف شہادت نہ پا کر اسے چھوڑ دیا۔

ایک اور بڑا دلچسپ مقدمہ آپ کے روبرو پیش ہوا۔ واقعات

مقدمہ یہ تھے کہ دو شخص ہم سفر ہوئے۔ ایک کے پاس تین اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ جب دونوں مل کر کھانا کھانے بیٹھے تو ایک اور مسافر آگیا اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ چلتے وقت اس مسافر نے انہیں آٹھ درہم دے کر کہا کہ اسے آپس میں تقسیم کر لیتا۔ پانچ روٹیوں والے نے اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم رکھ کر باقی تین درہم دوسرے کو دینے چاہے لیکن وہ نصف قیمت طلب کرتا تھا۔ یہ مقدمہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے دوسرے سے فرمایا۔

”تم اپنے ساتھی کا فیصلہ قبول کر لو۔ تمہیں نفع مل رہا ہے۔“ اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ حق کے ساتھ جو مل جائے وہی بستر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

”اچھا سنو۔ تم تین آدمی تھے۔ تمہاری اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ تم تینوں نے انہیں برابر برابر کھایا۔ اگر تمہاری روٹیوں کے حصے تین جگہ کیے جائیں تو نو ہوتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کیے جائیں تو پندرہ ہوتے ہیں۔ دونوں کا مجموعہ چوبیس ہوا۔ تم میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے اور ہر ایک کو آٹھ آٹھ ٹکڑے ملے۔ تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ تو خود کھا لیے اور صرف ایک ٹکڑا

تیسرے شخص کو دیا۔ تمہارے ساتھی نے اپنے حصے کے آٹھ ٹکڑے کھائے اور باقی سات تیسرے شخص کو دیے۔ اس لحاظ سے تم ایک درہم اور تمہارا ساتھی سات درہم کا حق دار ہے۔“

اسی طرح ایک اور مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا جس میں ایک شخص نے جس کے پاس سترہ اونٹ تھے، مرتے وقت اپنے تین بیٹوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ان اونٹوں کا نصف حصہ بڑے بیٹے کو، تیسرا حصہ میٹھلے کو اور نو ان حصہ سب سے چھوٹے لڑکے کو ملے۔ باپ کے مرنے کے بعد لڑکے حیران تھے کہ اس معاملہ کو کس طرح سلجھایا جائے۔ چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المال کا ایک اونٹ ان میں شامل کر کے ان کو اسی تناسب سے تقسیم کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت المال کا اونٹ شامل کرنے سے ان کی تعداد اٹھارہ ہو گئی تو بڑے بیٹے نو، میٹھلے کو چھ اور چھوٹے کو دو اونٹ ملے اور بیت المال کا اونٹ پھر بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔

عبادت میں محویت کا یہ عالم تھا کہ جنگ میں کچھ تیر آپ کے جسم مبارک میں اس طرح کھب گئے کہ شگاف دے کر انہیں نکالنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے منع فرمایا کہ اس طرح مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”علی کا یہی فولادی جسم نماز کے وقت بالکل سوج ہو جاتا ہے۔ اس لیے نماز پڑھتے وقت تیر نکال لیتا۔“
چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھنے لگے تو شگاف دے کر تیر نکال لیے اور انہیں مطلقاً خبر نہ ہوئی۔
آپ سرکاری ملازموں کی بھی سختی سے نگرانی کرتے تھے اور ان سے پائی پائی کا حساب مانگتے تھے اور اس معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے اور انہوں نے جو قانون بنائے تھے ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ نجران کے یہودیوں نے آپ سے درخواست کی کہ انہیں حجاز میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے مگر آپ نے ارشاد فرمایا۔

”تمہارے متعلق حضرت عمرؓ کا فیصلہ بہت صحیح ہے، تمہیں حجاز میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“



باب علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے

گوئے سے قسم لینا

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گوئے آدمی کے قسم کھانے کا طریقہ دریافت کیا گیا۔ کیونکہ ایک گوئے پر ایک دوسرے آدمی کا دین واجب تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ مجھ ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا حتیٰ کہ میں وہ تمام باتیں امت کو بتا دوں جس کی وہ محتاج ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ گویا کہ رہے ہیں کہ اللہ کی کتاب ہے۔ پھر آپ نے اپنے غلام سے کاغذ قلم و دوات منگوائی اور تحریر کیا۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں

جو رحمن اور رحیم ہے ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ انصاف کرنے والا ہے اور ہر راز سے واقف ہے کہ فلاں بن فلاں کا مجھ پر کوئی حق نہیں اور نہ ہی میں اس کا کسی قسم سے دیندار ہوں اور نہ فلاں بن فلاں کا مجھ پر کوئی حق ہے۔

یہ سب لکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کاغذ کو دھو کر اس کا پانی گونگے کو پلانا چاہا مگر اس نے پینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ گونگا جھوٹا ہے۔ اس پر فلاں کا دین واجب ہے اور ثابت ہے۔

ایک عورت کا عجیب مقدمہ

ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اشعار میں یہ کہا کہ اے امیر خدا آپ کے اہل و عیال میں اضافہ کرے اور دوسری دعائیں دے کر عرض کی کہ ایسی عورت کے بارے میں آپ کا حکم کیا ہے جس کا شوہر اس کے پاس موجود ہے مگر وہ دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہے۔ جبکہ اس عورت کا باپ بھی اس کام پر رضامند ہو گیا ہے۔ فرمائیے کیا یہ عورت دوسری شادی کر سکتی ہے؟ کیا یہ شادی اس عورت کے لئے حلال ہے یا حرام۔ اور

وہ عورت میں خود ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً اس عورت سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کو لے کر میرے پاس آؤ۔

اگلے دن وہ عورت اپنے خاوند کو لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ آدمی نامرد ہے۔

اس پر اس آدمی نے اقرار کر لیا۔ پھر آپ نے بغیر مدت گزارنے کے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔

دودھ پلانے کی مدت

ایک آدمی نے قبیلہ بنی نہل کی ایک عورت سے شادی کر لی اور باہم اچھی طرح زندگی گزارنے لگے۔ مگر شادی کے چھ ماہ بعد اس عورت نے ایک بچہ جنا لہذا وہ آدمی حضرت عثمان غنیؓ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا کہ اس عورت نے یقیناً "حرام کا بچہ جنا ہے۔" یہ کہ میری شادی ہوئے صرف چھ ماہ ہوئے ہیں۔ تمام معلومات کرنے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے اس عورت پر حد لگا

دی اور رجم کئے جانے کا حکم فرمایا۔

جب یہ خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس عورت پر حد نہیں لگانی چاہیے تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ مقرر ہے۔ پس رضاحت کی مدت چوبیس ماہ ہے اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ تک ہے۔

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ لہذا یہی فیصلہ صادر فرمایا اور اس عورت کو واپس بلایا گیا۔ مگر وہ عورت اس وقت تک رجم کی جا چکی تھی۔

اس عورت نے مرنے سے قبل اپنی بہن سے کہا تھا کہ بہن میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتی ہوں کہ سوائے میرے خاوند کے آج تک کسی نے میرا ستر نہیں کھولا۔ بچہ جوان ہو کر بالکل اپنے باپ کی شکل کا تھا جس کا اس بچہ کے باپ نے اعتراف کر لیا۔

اللہ کا حکم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور شرط یہ رکھی کہ اگر وہ شخص کسی دوسری

عورت سے شادی کر لے یا اس عورت سے دوری رکھے تو امر طلاق عورت مذکورہ کے ہاتھ میں رہے گا کہ جب وہ چاہے اپنے خاوند کو طلاق دے سکتی ہے۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو اس آدمی کو بلا کر فرمایا کہ اللہ کی شرط تمہاری شرط سے پہلے ہے اس لئے تم اس عورت کی موجودگی میں اگر چاہو تو دوسری شادی کر سکتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم نے اس ہستی کو حق سوچ دیا جو اس کی اہل نہیں ہے۔

حق مہر اور عدت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے عدت کے دن ختم ہونے سے پہلے ہی کسی شخص سے نکاح کر لیا تھا لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان دونوں میں ہمیشہ کے لئے جدائی کر دی جائے اور مہر کی رقم اس آدمی سے وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دی جائے کیونکہ باطل نکاح کا مہر جائز نہیں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس فیصلہ کی اطلاع پا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دوبارہ فیصلہ فرمایا کہ مہر ہر حال میں

عورت کا حق ہے کیونکہ مرد عورت پر تصرف کر چکا ہے۔ البتہ ان دونوں میں جدائی ڈال دی جائے مگر ایام عدت کے اختتام پر دوسرے مردوں کی طرح اس مرد کو بھی حق ہے کہ اس عورت کی خواستگاری کرے پھر نکاح درست ہو گا۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے فیصلے کا اعلان دوبارہ منبر رسول ﷺ پر جا کر فرمایا۔

امیر المومنین اور حد واجب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہتے اپنے اصحاب کے تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ یعنی مجھ سے فعل بد کا ارتکاب ہو گیا ہے اور اب اپنے کئے پر پشیمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مجھ پر شرعی حکم جاری کریں تاکہ عذاب آخرت سے بچ جاؤں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تیرا دماغ پھر گیا ہے۔ جا اپنے گھر چلا

جا۔

وہ شخص لوٹ گیا۔ اگلے دن پھر حاضر ہوا۔ پھر وہی بات کہی

اور وہی جواب دہرایا گیا۔ پھر چلا گیا حتیٰ کہ تیسری مرتبہ پھر آیا۔

اور اقرار گناہ کیا۔

آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اس گناہ کی تین حدیں ہیں۔
 اول یہ کہ تیری گردن پر تلوار ماری جائے۔
 دوم تجھ کو زندہ آگ میں ڈال دیا جائے۔
 سوم تجھ کو باندھ کر پہاڑ سے نیچے دھکیل دیا جائے۔ مثلاً کون
 سی سزا پسند ہے۔

کہنے لگا۔ ان سزاؤں میں سب سے زیادہ تکلیف وہ سزا کون
 سی ہے؟

فرمایا۔ زندہ آگ میں جلنا۔

کہا۔ مجھے یہ پسند ہے۔

فرمایا۔ تیار ہو جاؤ۔

کہا۔ دو رکعت نماز کی مہلت عطا فرمائی جائے۔

فرمایا۔ پڑھ لو۔

اس آدمی نے وضو کیا۔ خشوع و خضوع سے دو رکعت ادا کی
 اور یہ دعا پڑھی۔

اے میرے رب رحیم۔ جو گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے تو
 اچھی طرح جانتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے میں امام وقت کی
 خدمت میں حاضر ہو کر جرم کا اقبالی ہوا اور اپنے لئے سخت ترین
 عذاب کو پسند کر لیا۔ خداوند کریم اس آگ کے عذاب سے مجھے بچا

لے۔

یہ کہہ کر روتا ہوا اٹھا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا دی اور بڑے ضبط سے آگ میں چوڑی مار کر بیٹھ گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر تمام صحابہ رونے لگے آخر کار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو آگ سے نکال لیا اور فرمایا۔

تیری اس ادا اور صبر و ضبط نے فرشتوں کو بھی رلا دیا۔ جا، اللہ نے تیری دعا قبول کر لی۔ آئندہ محتاط رہنا۔
امام کو ایسے حد واجب ترک کرنے کا اختیار ہے جس کا کوئی گواہ نہ ہو۔

عصمت کے بدلے قتل

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے گئے تو ایک شخص کو کپڑا اوڑھے محراب میں لیٹے دیکھا۔ اس کو اٹھانے کا حکم دیا۔ کپڑا ہٹانے پر معلوم ہوا کہ کسی مرد کی لاش ہے جو زنانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ لاش کے متعلق کیا رائے ہے؟ فیصلہ کریں۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ لاش دفن کرا دو اور نتیجہ

کا انتظار کرو۔ اس کے بعد اسی جگہ ایک بچہ روتا ہوا ملے گا۔ چنانچہ ۹ ماہ بعد اس جگہ ایک بچہ بھی ملا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے بچے کو ایک دایا کی حفاظت میں دے دیا کہ بچہ کی پرورش کرے۔ بچہ ۹ ماہ کا ہوا تو نماز عید کے موقع پر اس کو مسجد میں لانے کا حکم دیا۔ آپ نے دایا کو سمجھایا کہ اگر کوئی عورت اس بچہ کو دیکھ کر روئے اور پیار کرے تو اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر جب دایا نے اس عورت کو پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لانا چاہا تو اس عورت نے دایا کو قیمتی سامان کا لالچ دے کر اس ارادے سے باز رکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دریافت کرنے پر دایا مکر گئی کہ کوئی ایسی عورت نہیں ملی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بولتی ہے اور تمام گفتگو جو دونوں عورتوں میں ہوئی تھی اس کو سنا دی۔ آخر شرمسار ہو کر اس نے اقرار کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اب تم نے اس کو عید قربان تک کی مہلت دی ہے۔ لہذا اب خاموش رہو اور عید قربان پر پھر اس کو پکڑ کر لانا۔

عید قربان کی نماز میں پھر وہی عمل ہوا۔ اس مرتبہ دایا

رشوت کے لالچ میں نہ آئی اور اس کو حضرت کے پاس پکڑ کر لے آئی۔

آپ نے فرمایا۔ اب تمام واقعہ تم سناؤ یا میں بتاؤں۔

یہ سن کر عورت نے کہا کہ ایک بڑھیا نے میرے ماں باپ کے مرنے کے بعد مجھ پر عبادت کا رعب جما کر مجھے اپنا لیا۔ پھر کسی وجہ سے میرے گھر میں **زنانہ** کپڑے پہنا کر ایک مرد کو لائی جس نے کمال طاقت کا مظاہرہ کر کے میری عصمت دری کی۔ میں اپنی عصمت دری پر رو رہی تھی اور وہ **تھک** کر ایک جانب پڑ رہا تھا کہ اتنے میں مجھے اس کی کمر میں ایک **خنجر نکلا** ہوا دکھائی دیا۔ میں نے کمال ہمت سے اس کا **خنجر نکال** کر اس کی گردن پر **چلا دیا** اور رات کو کسی طرح اس کی لاش مسجد میں ڈال دی۔ اتفاقاً **میں اسی دن** حاملہ ہو گئی لہذا نو ماہ بعد بچہ پیدا ہوا۔ اس کو مارنے سے بہتر سمجھا کہ وہیں ڈال آؤں۔ لہذا یہی کیا۔ آگے آپ کو اختیار ہے۔

قصہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے سچ کہا تھا میرے آقا ﷺ

نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اس عورت پر کوئی

قصص نہیں کہ اس نے اپنی عزت کے بدلے قتل کیا۔ اس پر جبر

ہوا۔ مقتول کا کوئی قصاص نہیں ہے۔

اس کے بعد اس بڑھیا کو بلایا گیا۔ اس نے ہر جرم سے انکار کر دیا لہذا قبر رسول ﷺ پر ہاتھ رکھ کر بڑھیا نے قسم کھائی اور اس کا چہرہ کالا پڑ گیا۔

جھوٹا گواہ

امیر المومنین کے پاس جب کوئی گواہ کسی مقدمہ میں آتا اور جھوٹا پایا جاتا تو آپ اسکو تمام شہر میں تشہیر کراتے اور پھر قید میں ڈال دیتے۔

ضعیف کا بچہ

ایک عورت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا کہ اس پر زنا کا الزام تھا اس عورت کی شادی ایک ضعیف مرزا سے ہوئی تھی۔ قاتل الہی سے اس مرزا ضعیف کی موت حالت جماع میں واقع ہو گئی اور اتفاقاً وہ عورت اس جماع سے حاملہ ہو گئی۔ بوزھے کا انتقال ہو گیا اور بوزھے کی پہلی اولاد نے اس عورت کے بچے پیدا ہونے پر اس کو زانیہ قرار دیا کہ حرام کا بچہ جاتا ہے۔ اس

عورت کو انہوں نے دربار خلافت میں پیش کیا اور تہمت زنا لگائی اور گواہیاں بھی گزاریں۔

اتفاق سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی وہاں تشریف لائے۔ آپ نے بھی تمام معاملہ سنا اور پوچھا کس روز شادی ہوئی؟ کس وقت مفارقت عمل میں آئی؟ کس وقت اس کی جان نکلی؟ عورت نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

فرمایا۔ اب سب لوگ چلے جاؤ۔ پھر دربار خلافت میں پیش ہوں جب ان کو بلایا جائے۔

دوبارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب کو بلایا۔ چند چھوٹے چھوٹے بچوں میں اس بچے کو بھی چھوڑ دیا اور بچوں سے کہا بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ۔ سب کھڑے ہو گئے مگر اس عورت کا بچہ ہاتھوں کو ٹیک کر اٹھنے لگا اور کوشش کر کے کھڑا ہو گیا۔

آپ نے فوراً کہا کہ یا عمر (رضی اللہ عنہ)۔ یہ عورت زانیہ نہیں ہے۔ یہ بچہ بھی اپنے باپ کا یعنی بوڑھے خاوند کا ہے جو بوجہ ناتوانی ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہو گیا ہے۔ یہ ضعیف کا نطفہ ہے۔ ضعیف طاقت لئے ہوئے ہے۔ یہ اسی پیر مرد کی اولاد ہے۔

پھر اس بچے کو اس کی میراث دلوا دی اور جھوٹی گواہی دینے

والوں پر جھوٹ کی حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

اللہ ہر شے پر قادر ہے

نجران کے چند نصرانی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نصرانی نے سوال کیا کہ آپ کا ہمارے رسول حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا خیال ہے۔ ہم تو اپنے عقائد کی رو سے انہیں خدا کا بیٹا خیال کرتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟

اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس جگہ موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں ہو سکتے البتہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بے باپ کے پیدا ہوئے۔

نصرانیوں نے جب یہ سنا کہ ان کے رسول کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کیا گیا تو ان کو بہت غصہ آیا وہ غیض و غضب سے لال پیلے ہونے لگے۔ چنانچہ اس وقت نجران کے ان نصرانیوں میں سے ایک نے پوچھا۔ اگر یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے تو آپ ایک بھی ان کا مثل بتا دیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان گزرا ہے جو بے باپ کے پیدا ہوا ہو۔

اسی وقت تمام نصرانیوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مخاطب کر کے کہا۔

ابے لوگو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے۔ کیا وہ بے باپ اور بے ماں کے نہیں پیدا ہوئے؟ خدا میں ہر کام کی قدرت ہے۔ وہ بے باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو پیدا کیا اور وہ اگر چاہے تو بے باپ اور بے ماں کے بھی پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

تمام نصرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جواب کو سن کر خاموش رہ گئے۔

منکرین رسالت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کوفہ میں تشریف رکھتے تھے کہ کچھ آدمیوں کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ آپ نے معلوم کیا کہ ان لوگوں کو کیوں گرفتار کیا گیا؟

لابنے والوں نے بتایا کہ یہ لوگ ماہ رمضان میں بجائے روزہ رکھنے کے دن کے وقت کھانا کھا رہے تھے۔

آپ کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ دن کو کھانا کھا رہے تھے؟

کہا۔ ہاں ہم لوگ واقعی کھانا کھا رہے تھے۔

پوچھا۔ کیا تم یہودی ہو؟

بولے۔ جی نہیں۔

پوچھا۔ کیا نصرانی ہو؟

بولے۔ جی نہیں۔

پوچھا۔ پھر تم کس قوم سے ہو؟

کہا۔ ہم مسلمان ہیں۔

پوچھا۔ تو پھر مسافر ہو؟

جواب ملا۔ جی نہیں۔ ہم اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔

پوچھا۔ کیا تم کسی بیماری میں مبتلا ہو؟

کہا۔ نہیں۔ ہم لوگ تندرست ہیں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تجسم فرمایا اور کہا کہ

تم اللہ پاک کی وحدانیت اور رسول پاک ﷺ کی گواہی دیتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اللہ پاک کی وحدانیت کی

گواہی تو دیتے ہیں مگر رسول پاک ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے

کیونکہ وہ صرف ایک اعرابی تھے۔ جنہوں نے لوگوں کو اپنی طرف

دعوت دی۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں انکار رسالت ﷺ کی سزا میں تم کو قتل کر دوں گا۔
جواب۔ ملا قتل کر دیں۔

پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور کہا کہ دو گڑھے فوراً "کھودو اور ایک گڑھے میں آگ جلا دی جائے اور دونوں گڑھوں کے درمیان ایک سوراخ کر دیا جائے۔
اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ انکار رسالت ﷺ سے توبہ کرو ورنہ میں تم کو ضرور قتل کرادوں گا۔

انہوں نے کہا کہ کوئی پرواہ نہیں ہے۔ آپ قتل کر دیں مگر ہم رسول ﷺ کو نہیں مانیں گے۔

پس آپ نے حکم دیا کہ ایک گڑھے میں آگ جلائی جائے اور حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب ایک گڑھا خوب گرم ہو گیا تو پھر ان سے کہا گیا کہ اب بھی مان جاؤ۔ حتیٰ کہ تین مرتبہ کہا گیا۔ وہ نہیں مانے تو ان کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر سے ڈھک دیا گیا۔ دوسرے گڑھے کا دھواں اس میں بھر گیا جس میں وہ لوگ دفن تھے اور وہ دھوئیں سے گھٹ کر مر گئے۔

جب یہ خبر کوفہ کے نزدیک اور دور تمام شہروں میں پہنچی تو

یہودیوں کا ایک وفد آپ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے ابو طالب کے بیٹے۔ تو نے یہ کیا بدعت جاری کی کہ انکار رسالت ﷺ پر ان لوگوں کو قتل کر دیا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ سنو۔ میں تم کو ان نشانیوں کی قسم دیتا ہوں جو اللہ پاک نے طور پر حضرت موسیٰؑ پر نازل فرمائی تھیں۔ میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جو بے نیاز ہے اور مالک یوم الدین ہے۔

یہودیوں نے تصدیق کی کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور اپنی قبائے ایک دستاویز نکال کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسے پڑھ کر رونے لگے۔ یہودیوں نے پوچھا۔ کیا بات ہے جو آپ رونے لگے؟

جواب دیا۔ اس میں میرا نام لکھا ہے۔

پوچھا۔ کہاں؟

جواب دیا۔ یہ ایسا میرا ہی نام ہے۔

جب پادری نے اپنی آنکھوں سے یہ نام دیکھا تو تصدیق کی کہ تم سچے ہو تمہارا رسول ﷺ سچا ہے۔ یہ کہہ کر قدموں میں گرے اور کلمہ پڑھ کر سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

دیت اور قصاص

ایک عورت کے کسی مرد سے ناجائز تعلقات تھے۔ اس عرصہ میں اس عورت کی شادی کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہو گئی۔ عورت کو بڑا صدمہ ہوا مگر ماں باپ کے حکم کے آگے مجبور تھی۔ آخر اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب وہ شادی کے بعد اپنے خاوند کے گھر گئی تو شب زفاف کو کسی چور راستے سے عورت مذکور نے اپنے آشنا کو اس کمرے میں داخل کر لیا کہ جس میں اس کے خاوند نے رہنا تھا۔ عورت کا آشنا ایک جگہ چھپ گیا اور جب اس کا خاوند اس کمرے میں آیا اور ارادہ نزدیکی کا کیا تو عورت کے آشنا نے نکل کر اس پر حملہ کر دیا اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ نتیجہ میں اس عورت کا آشنا قتل ہو گیا۔

جب عورت مذکور نے دیکھا کہ اس کا آشنا قتل ہو گیا اور خاوند خوفزدہ ہو گیا ہے تو موقع پا کر پیچھے سے اس نے اپنے خاوند کے سر پر ایک کادی ضرب لگائی۔ چنانچہ وہ بھی موقع پر ہلاک ہو گیا۔

صبح کو یہ مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش

کیا گیا۔ آپ نے تمام مقدمہ سن کر یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ عورت کے آشنا کا قصاص اس عورت سے لیا جائے اور اس کے خاوند کے قتل کے جرم میں اس عورت کو قتل کر دیا جائے۔

دوسری بار قتل کی سزا

ایک انصاری کے بیٹے کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ انصاری بیٹے کے قاتل کو پکڑ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا اور تمام قصہ گوش گزار کیا۔ آپ نے قاتل سے معلوم کیا تو اس نے اقبال جرم کر لیا۔ تب آپ نے قاتل کے قتل کا حکم دیا۔

مقتول کے والد نے کہا کہ اے امیر المومنین اس شخص کو میں خود تلوار سے قتل کروں گا۔ آپ نے اجازت دے دی۔

انصاری نے تلوار کے دو ہاتھ قاتل کی گردن پر مارے اتفاقاً ہاتھ اونچھے پڑے۔ قاتل شدید زخمی ہو کر گر پڑا۔ قاتل کے ورثا اس کو اٹھا کر لے گئے کہ ابھی اس میں کچھ زندگی باقی ہے۔ بہت زیادہ علاج معالجے کے بعد یہ شخص اچھا ہونے لگا اور زخم بھرنے لگے۔ حتیٰ کہ چھ ماہ بعد مسلسل کوشش سے یہ شخص تندرست ہو گیا۔

ایک دن بازار میں وہی انصاری مل گیا۔ انصاری نے جو اس کو زندہ دیکھا تو پکڑ لیا اور حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا اور تمام قصہ بیان کر کے کہنے لگا کہ میرا بیٹا تو قتل ہو چکا ہے مگر یہ ابھی تک زندہ ہے۔ لہذا حضرت عمرؓ نے پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ کے نزدیک ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا اے عمرؓ کیا ایک مرتبہ انصاری نے اپنے ہاتھ سے اس کو قتل نہیں کیا تھا۔ جب انصاری کا بیٹا ایک مرتبہ قتل کیا گیا ہے تو قاتل کو دو مرتبہ کیوں قتل کیا جائے جبکہ انصاری نے اپنی تسلی کے لئے خود بدلہ لے لیا تھا۔

انصاری چلایا کہ اے علی کرم اللہ وجہہ، آپ یہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم نے تلوار کے دو ہاتھ اس کی گردن پر مارے تھے۔ اب یہ آدمی بھی تلوار کے دو ہاتھ اس کی گردن پر مارے گا پھر اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ اس سے لے لیتا یعنی اس کو قتل کر دیتا۔

انصاری کہنے لگا۔ یہ تو بڑا سخت فیصلہ ہے۔

آپؓ نے فرمایا۔ یہ فیصلہ بالکل ٹھیک ہے اور اس پر عمل

ہو گا۔

انصاری نے گھبرا کر کہا کہ اے علی کرم اللہ وجہہ۔ میں نے اپنے بیٹے کا خون معاف کیا۔ پس اسی جگہ دونوں میں راضی نامہ ہو گیا۔

زنا با امر مجبوری

کچھ لوگ ایک عورت کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے اور عرض کی۔ اے امیر المومنین ہم نے اس عورت کو ایک خشک نہر کے کنارے ایک مرد سے زنا میں مشغول پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ پیش کرنے کو کہا۔ گواہ گزرے اور گناہ ثابت ہو گیا کہ عورت سے جرم سرزد ہوا ہے۔ تب آپ نے اس کو رجم کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لوگ اس کو رجم کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ راہ میں لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ مل گئے۔ انہوں نے تمام معاملہ دریافت کیا اور واپس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کو کہا۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اے عمر۔ اس عورت کو رجم نہ کرو۔ بلکہ مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ آپ نے اجازت دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت سے پوچھا اب کل ماجرا کہہ دے۔

اس عورت نے بتایا اے علی کرم اللہ وجہہ۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے مگر ان حالات میں کہ اس کے بغیرہ چارہ نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے مویشی چرانے کے لئے دریا پر جاتی تھی کہ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک دوسرے چرواہے کے پاس پانی پینے کا موجود تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی دینے کی صرف یہ شرط لگائی کہ میں اس کے ساتھ زنا کروں مگر میں نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ میں پیاس کی شدت سے بیتاب ہو گئی اور مجبوراً میں نے اس کی یہ شرط قبول کر لی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سن کر کہا۔ اللہ اکبر۔ مضطر مجبور پر سے حد اٹھائی گئی ہے۔ اگر ایک عورت سے زنا بالجبر کیا جائے تو اس عورت پر حد نہیں ہے کیونکہ وہ مجبور ہے کہ ہر قیمت پر پانی حاصل کرے لہذا میں سفارش کروں گا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے۔

پس حضرت عمرؓ نے اس عورت کو آزاد کر دیا

تقسیم منصفانہ

ایک دفعہ دربار خلافت میں تین آدمی اونٹ لے کر حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین۔ یہ ۱۷ اونٹ ہمارے مشترکہ منافع کے ہیں۔ ان میں سے ایک کے حصے میں نصف آتے ہیں۔ ان میں سے **تیسرا حصہ** دوسرے شخص کا ہے اور تیسرے شخص کا تواں حصہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم میں ان ۱۷ اونٹوں کی اس طرح تقسیم کر دیں کہ نہ تو ان میں سے کسی اونٹ کو کاٹا جائے اور نہ کسی اونٹ کو فروخت کر کے اس کی رقم کو تقسیم کیا جائے۔

آپ نے بڑی توجہ کے ساتھ اس مقدمہ کو سنا اور پھر اپنے غلام سے کہا کہ وہ ان اونٹوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غلام سے کہا۔ اب اپنا ایک اونٹ بھی اس قطار میں لا کھڑا کر دے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اس طرح اونٹوں کی تعداد ۱۸ ہو گئی۔

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہلے شخص کو حکم دیا کہ وہ اس میں اپنا نصف حصہ لے لے۔ چنانچہ اس نے ان میں سے نو اونٹ علیحدہ کر لئے۔

حضرت نے پھر دوسرے شخص کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے اپنا تیسرا حصہ لے لے۔ نو اونٹ باقی رکھے۔ اس نے ان میں سے چھ اونٹ حاصل کر لئے۔ اس طرح تین اونٹ باقی رہ گئے۔ چنانچہ حضرت نے تیسرے شخص کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے اپنا نواں حصہ حاصل کر لے۔ پس وہ اس میں سے دو اونٹ لے گیا۔ جو ایک اونٹ باقی رہ گیا اس کو آپ کے حکم سے غلام نے الگ کر لیا۔

اس فیصلے سے سب کے سب خوش ہو کر واپس لوٹ گئے۔

عورتوں کا مکر

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک بے کس و یتیم لڑکی کو اپنی بیوی کے سپرد کیا اور خاص طور پر حفاظت کے لئے کہا۔ وہ شخص چونکہ خود اکثر سفر پر رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ لمبے سفر پر دوسرے ملک میں گیا اور کافی عرصہ باہر رہا۔

اس عرصہ میں وہ یتیم لڑکی جوان ہو گئی۔ اس شخص کی بیوی کو یہ خیال ہوا کہ یہ لڑکی تو بہت حسین و جمیل نکلی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا خاندان سفر سے واپس آکر اس کی خوبصورتی اور جوانی پر

رہے جانے اور یہ لڑکی میری سوت بن جائے۔ اس خوف کے پیش نظر اس عورت نے اپنی چند ہمسایہ عورتوں کی مدد سے ایک دفعہ اسے شراب پلائی اور جب یہ لڑکی بالکل مست ہو گئی تو اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا۔ لڑکی کو بے ہوشی میں کچھ پتہ نہ لگ سکا اور وہ حسب سابق رہنے لگی۔

کچھ عرصہ کے بعد اس عورت کا خاوند سفر سے واپس آیا اور اس یتیم لڑکی کی خیریت پوچھی۔ تب بیوی نے رو کر کہا کہ اس حرامزادی کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ لڑکی فاحشہ ہے۔ اب یہ کنواوی نہیں رہی۔ یہ سب کچھ میری پڑوسنوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لڑکی کہنے لگی کہ یہ غلط ہے۔ آج تک کسی مرد نے میرے جسم کو چھوا تک نہیں۔ بخدا یہ عورت مجھ پر تہمت لگا رہی ہے۔

آخر یہ مقدمہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ لڑکی اپنی بے گناہی پر بار بار خدا کی قسمیں کھا رہی تھی اور اس شخص کی بیوی جرم کے گواہ پیش کرتی تھی۔ ہمسایہ مستورات نے کہا کہ یا امیرالمومنین۔ ہم نے اس لڑکی کو غیر مردوں سے اپنی آنکھوں سے اختلاط میں مبتلا دیکھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سوچا کہ ادھر کھل گواہ، ادھر اس

لڑکی کی خدا کی قسمیں۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور کہا کہ آپ یہ مقدمہ سن کر فیصلہ کریں۔

آپ نے تمام مقدمہ سنا اور کہا کہ اس کا فیصلہ بالکل معمولی ہے۔ ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ گواہ عورت کو پیش کرو۔

گواہ عورت پیش ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے برہنہ تنکوار رکھی ہے مگر وہ عورت اپنی بات پر اڑی رہی۔ تب آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کو ایک مکان میں قید کر دو۔

پھر دوسری گواہ عورت کو بلایا اور کہا۔ جانتی ہے میں کون ہوں میں علی ابن ابوطالب ہوں۔ رسول اللہ کا بھائی اور خدا کا شیر ہوں۔ یہ تنگی تنکوار دیکھتی ہے۔ اگر جھوٹ بولا تو ابھی گردن اڑا دوں گا۔ اگر پہلی عورت کی طرح سچ کہہ دیا تو جان بخش دی جائے گی۔

یہ سن کر وہ عورت بلبلانہی اور کہنے لگی اے علی کرم اللہ وجہہ۔ میری جان بخش دیں۔ میں بھی پہلی کی طرح سچ کہہ دیتی ہوں۔

فرمایا۔ کہو۔

کہنے لگی کہ یہ لڑکی بالکل بے گناہ ہے ہم نے اس کا کوئی بھی

گناہ نہیں دیکھا بلکہ اس شخص کی بیوی نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ اس حسین و جمیل لڑکی سے اس کا خاوند شادی نہ کر لے، اس کو شراب میں مدہوش کر کے ہماری مدد سے اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا تھا۔

آپ نے یہ سن کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور سب کو اپنے سامنے بلا کر یہ فیصلہ سنایا کہ اس شخص کی بیوی پر تہمت کی حد جاری کی جائے اور اس کو اس کے خاوند سے الگ کر دیا جائے۔ ان چاروں گواہ عورتوں سے بکارت کا قصاص چار سو درہم لے کر اس یتیم لڑکی کو دیئے جائیں۔ ایک شخص کا اس لڑکی سے نکاح کرا دیا اور مہر کی رقم اپنی جیب سے عطا فرمائی۔

زنا کی تعداد اور حد

ایک شخص نے ایک دن میں کئی بار زنا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر عورت کے ساتھ ایک ہی دن میں کئی بار زنا کیا ہے تو ایک حد جاری ہوگی۔ اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے زنا کیا ہے تو جتنی عورتوں سے زنا کیا ہے اتنی حدیں جاری ہوں گی۔

مسلمان زانی اور یہودیہ زانیہ

محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خط لکھا کہ ایک مسلمان مرد نے ایک یہودیہ کے ساتھ زنا کیا ہے۔ فیصلہ فرما دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ مرد اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار کر دو۔ غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے لگاؤ اور شہر بدر کر دو۔ یہودیہ کو اس کی قوم کے حوالے کر دو۔ وہ جو چاہے سلوک کریں۔

آقا اور غلام

ایک شخص معہ اپنے غلام بیت اللہ کی زیارت کو گیا۔ راستہ میں کسی کام کی وجہ سے آقا نے اپنے غلام کو سرزنش کی بلکہ اس کو سزا بھی دی۔ اس سزا سے غلام اپنے آقا کے مقابلے پر آگیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے آقا کو کہا کہ تو میرا غلام ہے اور میں تیرا آقا ہوں۔ تو بلا وجہ مجھ کو اپنا غلام کہتا ہے۔ بلکہ تو خود سرکش ہو گیا ہے۔ یہ دونوں لڑتے ہوئے کوفہ پہنچ گئے۔ تب اصل آقا نے کہا

کہ تیرا خدا ستیا ناس کرے۔ چل اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ کرا لیں۔

چنانچہ یہ دونوں خدمت امیر میں حاضر ہوئے اور اپنا سارا قصہ دہرایا اور دونوں اپنے اپنے بیان کے صحیح ہونے پر بھند رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تمام معاملہ سنا اور کہا کہ تم دونوں اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ کل دونوں آ جانا تمہارا فیصلہ ہو جائے گا۔

ان کے جانے کے بعد جناب امیر نے اپنے خادم سے کہا کہ اس دیوار میں دو سوراخ کرو جس میں سے انسانی سر گزر سکیں۔ تعمیل حکم ہوئی۔ حضرت نے غلام کو سمجھایا کہ جب میں کہوں کہ غلام کا سراڑا دو تو تم تھوڑا مگر بچ بچ قتل نہ کرنا۔

اگلے دن جب دونوں آئے تو آپ نے فرمایا کہ دونوں ان سوراخوں میں سر دے دو۔ جب انہوں نے سر دے دیا تو حکم دیا کہ تلوار سے غلام کا سراڑا دو۔ جو نئی تلوار انہی اصل غلام نے اپنا سر فوراً پیچھے ہٹا لیا۔

یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔ جب تم غلام نہیں ہو بلکہ آقا ہو تو تم کو کیا ڈر۔ اپنا سر پیچھے کیوں ہٹایا۔ اس لئے کہ تم واقعی غلام تھے اور اصل آقا نے اپنا سر پیچھے نہ ہٹایا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ علی

(کرم اللہ وجہہ) کی تلوار غلط نہیں اٹھ سکتی۔
پس اس نے اپنا قصور مان لیا اور معافی چاہی کہ مالک کی سختی
سے تنگ آکر میں نے ایسا کیا۔
آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے مالک کی تابعداری کرو ورنہ
تمہارے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔

ماں بیٹے کا نکاح

عاصم بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جوان لڑکا مدینہ میں کھڑا
رو رہا تھا اور فریاد کرتا تھا کہ اے خداوند عالم تو ہی انصاف کرنے
والا ہے۔ میرے اور میری ماں کے درمیان انصاف فرما۔
اتنے میں ادھر سے حضرت عمرؓ کا گزر ہوا۔ آپ نے جوان
سے رونے کا سبب پوچھا۔

اس نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھ کو نو ماہ پیٹ میں رکھ
کر جتا اور دودھ پلایا۔ پال کر بڑا کیا۔ مگر اب وہ مجھے اپنا بیٹا ماننے
سے انکار کرتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ گھر سے بھی نکال دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی ماں کو بلوایا۔ عورت بمعہ اپنے چار
بھائیوں اور اہل قبیلہ کے حاضر خدمت ہوئی۔ خلیفہ وقت نے اس

عورت سے پوچھا کہ تو اس لڑکے کے بارے میں کیا کہتی ہے؟
عورت نے کہا کہ اے خلیفہ یہ لڑکا بالکل جھوٹا ہے۔ میں
نہیں جانتی کہ یہ کون ہے؟ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اور کیسے
مجھے ماں سمجھتا ہے؟ جبکہ میں ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں۔

آپ نے اس کا ثبوت پوچھا تو اس کے چار بھائیوں اور
چالیس اہل قبیلہ نے گواہی دی کہ یہ عورت غیر شادی شدہ ہے۔ یہ
لڑکا بلا وجہ ہماری بہن کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔

لڑکے سے جب ثبوت مانگا تو اس نے کہا کہ میرے پاس
سوائے اس کے اور کوئی ثبوت نہیں کہ میں اس کا لڑکا ہوں۔ یہ
میری ماں ہے اور میں اس کے بیٹے سے پیدا ہوا ہوں اور اس کے
زیر سایہ پرورش پائی ہے۔

چونکہ عورت کی طرف سے چالیس گواہ پیش ہوئے تھے مگر
لڑکا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو
کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ جب اس لڑکے کو کوڑے لگانے کے لئے
لے جا رہے تھے۔ ناگہاں اس لڑکے کی نظر حضرت علی کرم اللہ
وجہہ پر پڑی۔ اس لڑکے نے زور زور سے چلا کر دہائی دی کہ اے
رسول خدا ﷺ کے بھائی۔ میں بہت مظلوم ہوں میری فریاد رسی
سمجھئے اور مدد کو آئیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس جوان کو حضرت عمر
ؓ کے پاس لے چلو۔

جب یہ لڑکا دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں
نے پوچھا۔ اسے واپس کیوں لائے ہو؟
لوگوں نے کہا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے حکم سے واپس
لائے ہیں۔

اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لائے اور
فرمایا کہ اس لڑکے کی ماں کو میرے سامنے لاؤ۔

جب وہ آئی تو اس سے پہلے کی طرح سوال کئے گئے اور اس
نے اپنے چالیس گواہ بھی گزارے جنہوں نے اس عورت کے باکرہ
ہونے پر گواہی دی۔ لڑکے سے پوچھا تو اس نے وہی کہا جو پہلے کہ
چکا تھا۔ اب آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے اجازت ہے
کہ میں ان دونوں کے درمیان فیصلہ کروں کہ جو حق ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں آپ کو کیونکر روک سکتا ہوں۔
جبکہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے
تھے کہ اے لوگو۔ تم سب میں سے علی کرم اللہ وجہہ میرا بھائی
ہے۔ سب سے زیادہ علم جانتے والا ہے اور انصاف کرنے والا
ہے۔

تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں آج تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کروں گا جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے اور جس سے وہ دونوں راضی ہوں گے۔

پھر آپ ﷺ نے اس عورت سے کہا کہ تیرا کوئی ولی ہے۔ اس پر چاروں بھائی آگے بڑھے۔

آپ نے فرمایا کہ تم میرے فیصلہ پر راضی ہو جو تمہاری بہن کے لئے کروں؟

انہوں نے کہا۔ ہم لوگ راضی ہیں۔

اس طرح اس طرح اس لڑکے سے معلوم کیا۔ سب کی رضامندی لے کر آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا۔

میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور حاضرین بھی گواہ رہیں کہ میں نے اس عورت کو بھوض چار سو درہم کے اس لڑکے کے عقد میں دیا اور چار سو درہم اس لڑکے کو دیئے کہ اس عورت کے دامن میں ڈال دجئے اور اس کا ہاتھ پکڑنے اور اپنے مکان پر لے جائے اور اس وقت سے پہلے واپس نہ آئے جب تک کہ غسل جنابت سے قاصر نہ ہو جائے۔

جونہی یہ فیصلہ اس عورت نے سنا تو غم سے اس کی چیخ نکل گئی اور کہا کہ اے برادر رسول ﷺ کیا غضب ہو گیا کہ میں بالکل

ہی جہنم کا ایندھن بن جاؤں۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ یہ لڑکا میرا ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔ ایک ماں کیونکر اپنے بیٹے کی بیوی ہو سکتی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ پہلے ہی اقرار کیوں نہ کیا؟

کہنے لگی۔ اے برادر رسول ﷺ۔ میری کوئی خطا نہیں۔ یہ سب قصور میرے بھائیوں کا ہے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے میری شادی ایک مالدار آدمی سے کر دی جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا۔ بعد میں اس آدمی کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو میرے بھائیوں نے میرے لڑکے کو الگ کر دیا اور مجھے خوفزدہ کر کے یہ کہلوایا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ مگر میرا دل میرے بچے کے لئے تڑپتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے بچے کا ہاتھ پکڑ کر ”میرا بچہ“ کہتی ہوئی چل پڑی۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہو گئے۔

قاتل اور ویت

ایک شخص کو لوگوں نے اس حالت میں پایا کہ اس کے ہاتھ میں چھری خون سے لتھڑی ہوئی تھی۔ آستین چڑھی ہوئی تھی اور ایک لاش خون میں لت پت سامنے تڑپ رہی تھی۔

لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ ایک آدمی دوڑا ہوا آیا کہ اس کو قتل نہ کریں اصل قاتل تو میں ہوں۔ جبکہ پہلا آدمی بھی اقراری تھا۔

یہ معاملہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا۔ آپ نے پہلے آدمی سے پوچھا کہ تو نے کیوں اقرار کیا؟

اس نے جواب دیا کہ یا حضرت، اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ خون میں بھری ہوئی چھری میرے ہاتھ میں تھی۔ ڈر کی وجہ سے اقرار کیا ورنہ یہ لوگ مار مار کر میرا بھرتا بنا دیتے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک جگہ گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ نزدیک ہی کراہنے کی آواز آئی۔ میں اسی حالت میں آواز کی طرف گیا۔ اصل قاتل قتل کر کے بھاگ گیا تھا۔ میں وہاں کھڑا تھا کہ یہ لوگ بھی آئے۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر پکڑ لیا۔ مجھ سے پوچھا۔ میں نے اقرار کیا کہ دوسرا آدمی وہاں میرے سوا کوئی موجود نہ تھا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ قاتل کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے مگر ایک جان بچائی ہے۔ دونوں کو رہا کر دو اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کر دی۔

نفس پر حکومت

حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کسی جنگ میں اپنے دشمن کو نیچے گرا کر اوپر بیٹھ گئے اور چاہتے تھے کہ تلوار کے ایک ہی وار سے گردن اڑا دیں کہ اس نے آپ کرم اللہ وجہہ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ جو کہ واصل بحق تھے، اپنا غصہ پی گئے اور اسی وقت تلوار پھینک کر نیچے اتر آئے۔ وہ پہلوان آپ کی اس حرکت سے حیران و پریشان ہو گیا۔ بھلا یہ کونسا موقع تھا کہ غصو اور رحم کا مظاہرہ کیا جاتا۔ اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ ابھی تو آپ اپنی شمشیر آبدار سے گردن اتار رہے تھے اور ابھی کے ابھی تلوار پھینک کر مجھے چھوڑ دیا۔ میرے ساتھ جنگ آزمائی میں آپ کو کونسی ایسی بات نظر آئی کہ مجھ پر غالب آنے کے باوجود مجھے زندہ چھوڑ دیا؟

آپ نے فرمایا۔ میں صرف اللہ پاک کے لئے لڑتا ہوں۔ اور یہی میرا عمل میرے ایمان کا گواہ ہے۔ غضب و غصہ بادشاہوں پر حکمران اور ہمارا غلام ہے اور ہم نے اس غضب و غصہ پر لگام ڈال رکھی ہے۔ اور اس طرح حق کا غضب بھی میرے اوپر رحمت الہی کی مانند چھایا ہوا ہے۔ میرے متعلق پیغمبر خدا ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ایک غلام مجھے قتل کرے گا۔ وہ غلام مجھ سے اکثر کھتا رہتا ہے کہ اس وقت سے پہلے میرا سرتن سے جدا کر دیں۔ لیکن میرا

جواب یہی ہوتا ہے کہ خدا کا حکم مقدم ہے۔ اور میں اس کے معاملہ میں حیلہ کیوں تراشوں۔ اس طرح وہ قاتل دن رات میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ یاد رکھو جس طرح ہر آدمی کو اپنی جان پیاری ہے۔ اسی طرح مجھے موت پیاری ہے کیونکہ یہی موت ہماری آئندہ زندگی کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اے پہلوان۔ تو نے جب میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کو نہیں پہنچی اور میری نیت بدل گئی۔ یعنی پہلے میں خدا کے واسطے جنگ کر رہا تھا لیکن اس کے بعد میری نیت میرے نفس کے تابع ہو گئی۔ خدا کے کام میں دوسرے کی شرکت جائز نہیں۔ تو میرے مالک کے ہاتھ کی بنائی ہوئی صورت ہے اور اس کی ملک ہے۔ میری نہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے نقش کو خدا ہی کے حکم سے توڑنا جائز ہے۔ ذاتی غرض کے لئے نہیں۔

یہ بات سن کر وہ پہلوان بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوا اور اس نے اپنے اندر کے بت کو توڑ ڈالا اور کہا افسوس۔ آج تک میں اسے بھولا رہا جس نے تجھے اور مجھے برابر بنایا ہے جبکہ میں تجھے کچھ اور اور اپنے آپ کو کچھ اور سمجھتا رہا۔ میں اس شمع کی خصلت والے چراغ کا غلام ہوں کہ جس سے تیرے چراغ نے روشنی پائی ہے۔ میں اس دریائے نور کی موج کا

غلام ہوں جو ایسے ایسے موتی باہر لاتی ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے کہ میں کلمہ شہادت پڑھوں اور مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ میں تجھ کو اپنے سے بہت بلند پاتا ہوں۔

قصہ مختصر۔ اس واقعہ سے پہلوان اور اس کے تمام عزیز واقارب نے بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے تیغِ حلم سے بے پناہ خلقت کو حلقہٴ بگوش اسلام کیا اور ان کے گلوں کو شمشیرِ آبدار سے بچا لیا۔

جانوروں کا قتل

دو شخص خاصیت کرتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

میرا گدھا تھا اور اس شخص کی گائے تھی۔ اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔

ایک شخص نے مجمع میں سے اٹھ کر کہا کہ جانوروں کے قتل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ تمہارے جانور بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے۔ پتہ

چلا کہ ایک کھلا اور ایک بندھا ہوا تھا۔
 پہلے آدمی نے کہا کہ میرا گدھا بندھا ہوا تھا اور اس کی گائے
 کھلی ہوئی تھی۔ جبکہ یہ شخص بھی اپنی گائے کے ساتھ تھا۔
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ گائے کا مالک گدھے کے
 نقصان کا ذمہ دار ہے۔

کس کا بیٹا؟

زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب سرور کائنات
 ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت
 علی کرم اللہ وجہہ کا خط پہنچا۔ اس میں لکھا تھا کہ
 تین شخص میرے پاس اپنا جھکڑا لے کر آئے کہ زمانہ جاہلیت
 میں ایک لڑکے کی ماں کے ساتھ تینوں نے ایک ہی طہر میں جماع
 کیا۔ اب تینوں آدمی اسے اپنا بیٹا بتاتے ہیں۔ میں نے قرعہ ڈالا تو
 ایک آدمی کے نام قرعہ نکل آیا۔ میں نے لڑکا اس کے سپرد کر دیا
 ہے اور یہ شرط لگا دی ہے کہ یہ شخص دونوں کو دو تہائیاں دیتا ادا
 کرے۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ ہنس پڑے۔

وہائے عمر رضی اللہ عنہ

جناب عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کچھ پوچھتے اور ان کے جواب سے خوش ہوتے تو فرماتے۔ تیرے بعد اے علی (کرم اللہ وجہہ) --- خدا مجھے زندہ نہ رکھے۔

بری الحکم

کچھ لوگ ایک بھٹون حاملہ عورت کو جناب عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے اور کہا کہ اس نے زنا کیا ہے اور یہ حاملہ ہے۔ اس وقت دربار خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے فوراً فرمایا کہ

امیر المومنین رضی اللہ عنہ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین اشخاص پر سے حکم اٹھالیا گیا ہے۔ بھٹون سے جب تک کہ تندرست نہ ہو جائے۔ لڑکے پر سے کہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور سوتے ہوئے سے جب تک بیدار نہ ہو۔

پس جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس عورت کو چھوڑ دیا۔

حمل کی مدت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک عورت کے رحم کا ارادہ رکھتے تھے جس نے نکاح کے **صرف چھ ماہ بعد** بچہ جنا تھا۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچہ کا حمل اور دودھ چھڑانا **تیس ماہ بعد** ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ بچہ کا دودھ چھڑانا **دو برس بعد** ہے۔ پس حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی اور دودھ کی مدت دو سال۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رحم کا قصد چھوڑ دیا۔

مکر کا جواب

دو آدمی ایک قریشی عورت کے پاس سو دینار امانت رکھ گئے اور کہا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں، کسی ایک کو امانت نہ دینا۔

ایک سال بعد ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ لہذا سو دینار مجھے دے دو۔ وہ سو دینار لے کر چلا گیا۔ اس

کے ایک سال بعد دوسرا آدمی آیا کہ سو دینار مجھے واپس کرو۔ عورت نے کہا کہ تمہارا ساتھی ایک سال پہلے یہ کہہ کر کہ تم مز گئے امانت لے گیا تھا۔

اس نے کہا کہ کیا تم سے یہ وعدہ نہیں لیا تھا کہ دونوں آئیں تب امانت دینا تم نے اس کو کیوں امانت دی۔ اور جھگڑا کر بیٹھا۔ آخر قصہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پہنچا۔ تمام واقعہ سن کر آپ سمجھ گئے کہ یہ دونوں مکر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ دونوں اکٹھے آئیں گے تب امانت دینا۔

وہ آدمی کہنے لگا۔ جی ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تم اکیلے کیوں آئے ہو۔ جاؤ اس کو ساتھ لاؤ تب امانت لینا۔

یہ سن کر وہ آدمی شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا۔

بے مثل تفتیش

سات آدمی کوفہ سے سفر کو گئے۔ ایک مدت تک غائب ہونے کے بعد چھ آدمی واپس آئے۔ ساتویں کی زوجہ نے ان سے اپنے

خاوند کے متعلق پوچھا مگر انہوں نے کچھ نہ بتایا۔

اس عورت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دہائی دی اور کہا کہ میرے خاوند کو ان لوگوں نے قتل کرایا ہے۔ میرا انصاف کیا جائے۔

آپ نے ان چھ آدمیوں کو طلب کیا اور مسجد کے چھ کونوں میں الگ الگ بٹھا دیا اور ہر ایک پر الگ الگ پہرہ لگا دیا۔ پھر ایک آدمی کو بلا کر علیحدگی میں پوچھا تو اس نے انکار کیا۔ آپ نے زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا۔ باقی آدمی سمجھے کہ اس نے سچ بتا دیا ہے۔ اب جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوش ہو کر نعرہ لگایا ہے۔

اس کے بعد ہر ایک کو بلایا اور اقرار کرایا۔ ایک آدمی نے کہا کہ باقیوں نے اقرار کیا ہے، میں نے نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔ تمہارے انکار کرنے سے کیا فائدہ۔ تم پر پانچ گواہ ہیں کہ تم سب نے مل کر ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ لہذا قتل کے الزام میں سب پر اللہ کا حکم جاری فرمایا۔

نرالی بانٹ

دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں ایک تیسرا آدمی بھی آکر طعام میں شریک ہو گیا۔ وہ تینوں آٹھ روٹیاں کھا چکے تو تیسرا کھڑا ہو گیا اور آٹھ درہم کھانے کا معاوضہ ان کو ادا کر دیا۔ اب یہ دونوں باہم جھگڑنے لگے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری چونکہ پانچ روٹیاں تھیں۔ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں۔ تیری تین روٹیاں تھیں تجھ کو تین درہم ملیں گے۔ تین روٹیوں والے نے کہا کہ نصف درہم جب تک مجھے نہ ملیں گے میں راضی نہ ہوں گا۔ تصفیہ کے لئے دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری تین روٹیاں ہیں جو اس سے کم ہیں۔ تجھے جو ملتا ہے لے لے۔ وہ نہ مانا۔ آپ نے فرمایا۔ حق اس سے بھی کم ہے جو کچھ دیتا ہے لے لے۔

وہ پھر بھی نہ مانا۔

آپ نے فرمایا کہ فرض کرو تم تینوں نے برابر برابر کھایا ہے اور آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں (ٹکڑے) ہوئیں۔ پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری روٹیوں کی نو تہائیاں تھیں اور تیرے

دوست کی روٹیوں کی چند رہ تھائیاں تھیں اور اس نے آٹھ تھائیاں کھائیں اور اس کی سات تھائیاں باقی رہیں جو درہم والے نے کھائیں اور تیری نو تھائیوں میں سے ایک کھائی۔ پس تیری ایک روٹی کے ٹکڑے کے بدلے ایک درہم ہے اور اس کے سات ٹکڑوں کے بدلے سات درہم۔

وہ کہنے لگا۔ اے علی کرم اللہ وجہہ میں ایک درہم لینے پر راضی ہو گیا۔

حساب الفقه

ایک عورت آپ کے پاس آئی۔ آپ اس وقت گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے۔ اس عورت نے کہا۔ اے علی کرم اللہ وجہہ میرا بھائی چھ صد دینار چھوڑ کر مر گیا ہے اور لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس انصاف کے لئے آئی ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہوں گی۔

اس نے کہا ہاں۔

فرمایا۔ چار صد دینار تو ان دونوں کو ورثہ میں ملے۔ اور

تیرے بھائی کی ایک ماں بھی ہو گی۔
کہاں ہاں۔

فرمایا۔ سو دینار اس کو پہنچے۔ اور تیرے بھائی کی زوجہ کا حق
۷۵ دینار اس کو مل گیا۔

پھر فرمایا۔ تیرے بارہ بھائی ہوں گے۔

عورت نے تسلیم کیا۔ فرمایا۔ دو دو دینار بارہ بھائیوں کے
ہوئے۔ باقی ایک دینار تیرا حق ہے جو تجھ کو مل گیا۔ اب لوٹ جا۔

نواں حصہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک
فحش کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے علی کرم اللہ وجہہ میرا داماد مر گیا
ہے۔ اس کے ورثا میری لڑکی کو بجائے آٹھواں حصہ دینے کے
نواں حصہ دیتے ہیں۔ میں آپ سے انصاف کا طالب ہوں۔
آپ نے فرمایا۔ تیرا داماد دو لڑکیاں چھوڑ کر مرا ہے۔
کہا۔ ہاں۔

فرمایا۔ تیرے داماد کے ماں باپ بھی زندہ ہیں۔
کہا۔ ہاں۔

فرمایا۔ تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اب نواں ہو گیا ہے۔ اس سے زیادہ طلب مت کر۔

دو سروالے کا حصہ

کچھ لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر، دو پیٹ، چار ہاتھ، دو ٹانگیں، ایک دیر تھی۔ حضرت عمرؓ ان کو لے کر جناب امیر کی خدمت میں لائے کہ اس کو دو آدمیوں کا حصہ دیا جائے یا ایک کا۔

آپ نے فرمایا کہ جب یہ سو جائے تو تم لوگ شور مچاؤ۔ اگر یہ ایک سر اٹھا کر دیکھے تو ایک مرد کا حصہ دیا جائے۔ اگر دونوں سر جنبش کریں تو دو مردوں کا۔

خیرات

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ دیگر اصحاب کرامؓ بھی شامل نماز تھے کہ ایک سائل نے آکر مسجد میں سوال کیا مگر اس کو کسی نے

کچھ نہ دیا۔

سائل نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا کہ اے خدا تو گواہ رہنا میں نے تیرے نبی ﷺ کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت حالت نماز میں تھے۔ آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی چنگلی انگلی سے سائل کو اشارہ کیا اور حالت نماز میں ہی سائل کو انگوٹھی عطا فرمادی۔

وارث کا ثبوت

ایک دفعہ ایک لڑکے نے ایک ایسے شخص کی میراث کا دعویٰ کیا جو دوسرے شہر میں مر گیا تھا۔ دعویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں گیا۔ چونکہ وہ لڑکا اپنے دعویٰ کی سچائی میں کوئی ثبوت نہیں رکھتا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا دعویٰ خارج کر دیا۔ جب وہ مایوس ہو کر واپس چلا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فریاد کی۔ تمام واقعہ سن کر آپ اس لڑکے کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بعد اس لڑکے کے اور اسکے رشتہ داروں کے، مرنے والے کی قبر پر جمع ہوئے اور حکم

دیا کہ قبر کھودی جائے۔

قبر کھود کر اس مردہ کے جسم سے ایک پسلی کی ہڈی نکالی گئی اور اس لڑکے کو کہا کہ اس ہڈی کو خوب سوتھو۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب لڑکے کے ناک میں سے خون نکل آیا۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکا اپنے دعویٰ میں سچا ہے اس کو میراث دی جائے۔

یہ ہڈی دوسروں نے بھی سوتھ لی مگر کسی کی ناک سے خون جاری نہ ہوا اور اس لڑکے کے دوبارہ سوتھنے پر پھر خون جاری ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مرنے والے کا فرزند ہے۔ اس کی میراث کا وارث ہے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ اس کا مجھ کو حکم دیا ہے۔

فصل بد کا مجرم

ایک غلام حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کر دیا تھا۔ غلام قتل کا اعتراف کرتا تھا پس اس کی گردن مارنے کا حکم دیا گیا۔

وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے غلام کو بلایا۔ اس سے جو وجہ قتل پوچھی تو اس نے عرض کیا کہ میرا آقا میرے ساتھ غسل بد کرنا چاہتا تھا۔ منت و سماجت بھی کام نہ آئی۔ آخر مجبور ہو کر یہ اقدام کرنا پڑا۔

آپ نے معلوم کیا کہ کیا مقتول کو دفن کر دیا گیا ہے؟
وارثوں نے بتایا کہ دفن کر دیا گیا ہے۔

آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تین یوم کے بعد اس کا فیصلہ ہو گا۔ غلام سے کوئی بات نہ کرے۔

تین روز بعد پھر ورثا حاضر ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمرؓ اور قاتل اور ورثا کے ساتھ مقتول کی قبر پر گئے۔ حکم دیا کہ قبر کھودی جائے۔ قبر کھودی گئی۔ حکم دیا اندر اتر کر میت کو باہر لے آؤ۔ اندر اتر کر دیکھا گیا کہ کفن موجود ہے میت نہیں ہے۔

آپؓ نے دوبارہ تجسس کیا اور کہا کہ مجھ کو خبر دی گئی ہے کہ فرمایا رسول پاک ﷺ نے کہ جو شخص میری امت میں عمل قوم لوط کرے گا تو زمین اس کے مرنے کے تین دن بعد اسکو قوم لوط کی جگہ پھینک دے گی تاکہ ان ہی کے ساتھ حشر کو اٹھے۔

غلام یا شوہر؟

ایک شخص کا لڑکا اس کی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ پیدائش کے بعد اس شخص نے اس کنیز کو جدا کر کے اپنے غلام سے اس کا نکاح کر دیا پھر وہ شخص فوت ہو گیا۔ کنیز مذکورہ اب آزاد تھی کیونکہ اس کا لڑکا مالک کا وارث حقیقی ہوا اور کنیز اپنے لڑکے مالک کی کنیز نہیں رہ سکتی تھی لہذا آزاد ہو گئی۔ پھر وہ لڑکا بھی مر گیا۔ اب یہ اپنے لڑکے کی وارث بنی۔ وراثت میں اس کا شوہر غلام بھی تھا جو مالک کے بعد اس کے لڑکے کی وراثت میں آیا اور اب تمام وراثت کی وارث یہ کنیز تھی۔

اب ان دونوں میں جھگڑا ہوا۔ غلام مرزا کہتا کہ میں میرا شوہر ہوں۔ عورت کہتی کہ تو میرا غلام ہے۔ معاملہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لایا گیا تو حضرت علیؓ نے غلام سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیوی سے اس کے وارث ہونے کے بعد جماع کیا ہے؟
کہا۔ نہیں۔

فرمایا۔ اب یہ میری مالک ہے۔ زوجہ نہیں۔ لہذا عورت سے کہہ کہ اب تجھے آزاد کر دے یا فروخت کر دے یا غلام رکھے۔

قاتل کون؟

ایک شخص نے اپنے حکم سے ایک شخص کو اپنے غلام کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ معاملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لایا گیا۔

آپ نے حکم دیا کہ مقتول کے بدلے آقا کو قتل کرایا جائے کیونکہ غلام تو حکم کا بندہ ہے جو حکم مالک کا ملا وہ بجا لایا۔

ظلم کا بدلہ

ایک شخص نے اپنے غلام کو اتنے دکھ دیئے اور اتنے ستم ڈھائے کہ وہ تاب نہ لا سکا اور انجام کار انتقال کر گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شخص کو کوڑے لگانے کا حکم فرمایا۔ ایک سال قید بھی کیا اور غلام کی قیمت آقا سے لے کر غلام کی جانب سے خیرات کر دی۔

جھوٹ کی حد

ایک شخص نے اپنی زوجہ کی کینز سے ہم بستری کی اور کینز حاملہ ہو گئی۔

زوجہ نے آپ سے فریاد کی۔ آپ نے اس کے خاوند سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ یہ کینز میری زوجہ نے مجھے بیچ کر دی تھی مگر زوجہ نے اس امر سے انکار کر دیا۔

تب آپ نے اس شخص سے کہا کہ کینز کے بیچ کرنے کا ثبوت پیش کرو، ورنہ سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

وہ شخص کانپ گیا۔ عورت نے یہ دیکھ کر فوراً کہا کہ یا امیر۔ میں نے یہ کینز بیچ کر دی تھی۔

تب جناب امیر نے اس عورت پر جھوٹ بولنے کی حد جاری فرمائی۔

بیچ اور جھوٹ

ایک عورت اپنے شوہر پر اپنی کینز سے زنا کا الزام لگایا اور جناب امیر سے شکایت کی۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو میرے خاوند کو قتل کرا دوں گا۔ اگر تو جھوٹی ثابت ہوئی تو تجھ کو درے لگواؤں گا۔

پس عورت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے واپس لے چلو۔

نکاح اور طلاق

ایک غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لی۔ آقا بہت ناراض ہوا اور آپ کے پاس غلام کو لے جا کر شکایت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے شخص ان دونوں کے درمیان جدائی کر دے۔ اس شخص نے فوراً اپنے غلام سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غلام سے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو طلاق دے ورنہ مت دے۔

وہ شخص حیران ہوا اور کہا۔ یا امیر۔ یہ کیا ماجرا ہے؟

فرمایا۔ جب تو نے غلام سے کہا کہ طلاق دے دے تو اس سے یہ مطلب نکلا کہ نکاح پر راضی ہے۔ اور طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے لہذا اس کا نکاح صحیح ہوا اور غلام کو اختیار ہے کہ طلاق دے یا نہ دے۔

نماز جنازہ

جنگ جمل و صفین میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے
مقتولین کی لاشوں پر آئے تو ہر لاش کو الگ الگ دیکھا جس کے جسم
کے پیچھے حصہ پر زخم آیا اس کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جس کے
جسم کے اگلے حصہ پر زخم ہوتا اس کی نماز پڑھتے اور دفن کرا
دیتے۔



شیر خدا کی جوانمردی کا روح پرور تذکرہ

غزوہ خندق اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ

غزوہ خندق شوال ۵ھ میں واقع ہوا اور ابتدا اس کی اس طرح ہوئی کہ یہودیوں کا ایک گروہ جس میں سلام بن ابی الحقیق النضری اور جی بن اخطب نضری اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نضری اور ہوزہ بن قیس وائل اور ابوعمار وائل وغیرہ لوگ بنی نضیر اور بنی وائل میں سے تھے۔ مکہ میں قریش کے پاس پہنچے اور ان کو حضور ﷺ سے جنگ پر آمادہ کیا اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم مجھ سے جنگ کرو، ہم ان کی بیخ و بنیاد اکھیڑ کر پھینک دیں گے۔ اس طرح اس جنگ کی تیاری کے لیے ابتدا ہوئی۔

قریش نے ان رؤسائے یہود سے کہا۔ اے گروہ یہود، تم قدیم اہل کتاب ہو اور تمہارے پاس علم ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ ہمارا

مذہب درست ہے یا محمد (ﷺ) کا؟

یہودیوں نے کہا۔ تمہارا مذہب بہت سچا ہے اور تم بہ نسبت محمد (ﷺ) کے حق پر ہو۔

اس بات کو سن کر قریش بہت خوش ہوئے اور فوراً حضور (ﷺ) سے جنگ کے واسطے تیار ہو گئے۔ اور یہودی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

یہودی مکہ سے ہو کر **قبائل** غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو بھی حضور (ﷺ) سے جنگ پر آمادہ کیا اور قریش کے تیار ہونے کی بھی انہیں خوشخبری دئی۔ غطفان کے لوگ بھی یہ بات سن کر یہود کے ساتھ ہو گئے۔

اس لشکر میں قریش کا سردار ابوسفیان بن **حرب** تھا اور غطفان میں بنی قزارہ کا سردار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا اور بنی مرہ کا سردار حارث بن عوف بن ابی حارہ مزی تھا اور بنی اسحٰح کا سردار سحر بن رخیلہ بن نویرہ تھا۔

جب حضور نبی کریم (ﷺ) کو کفار کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تب آپ (ﷺ) نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو رغبت دلانے کی خاطر حضور (ﷺ) خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔ مسلمان تو نہایت جوش و خروش اور مستعدی سے

اس کام کو کرتے تھے اور منافقوں کا یہ کردار رہا کہ وہ حضور ﷺ کی غفلت میں اپنے گھروں کو بغیر اجازت کے بھاگ آتے تھے۔ اور مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کو بہت ضروری کام ہوتا جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا تو وہ حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت لے کر اپنے کام کو جاتا تھا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خندق کھودنے کے دوران ایک جگہ نہایت سخت ٹکلی۔ حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس پر کدال اثر نہیں کرتی۔ اس کو کیسے کھودیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ تھوڑا پانی لاؤ۔

پانی حاضر کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب و بہن ڈال دیا اور پھر اس پانی کو اس سخت جگہ پر چھڑک دیا۔ پس وہ لوگ بیان کرتے ہیں جو اس جگہ موجود تھے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے حق کے ساتھ حضور ﷺ کو مبعوث کیا کہ پانی کے ڈالتے ہی وہ زمین ایسی نرم ہو گئی جیسے ریت۔۔۔۔ اور بہت جلد اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے اور میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری

تھی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اس بکری کو ذبح کر کے میں حضور ﷺ کی دعوت کروں تو بہتر ہے اور پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں جس قدر جو ہوں ان کو پیس لو اور بکری کا گوشت پکا لو۔ میں حضور ﷺ کی دعوت کروں گا۔

جب شام ہوئی تو حضور ﷺ مع تمام لوگوں کے گھروں کی طرف واپس ہوئے۔ کیونکہ دن بھر خندق کھودتے اور شام کو چلے آتے تھے۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ، میں نے ایک بکری ذبح کر کے پکائی ہے اور حضور ﷺ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ چاہتا تھا کہ حضور ﷺ تنہا میرے ساتھ تشریف لے آئیں گے مگر حضور ﷺ نے میری یہ بات سنتے ہی ایک شخص کو حکم دیا کہ پکار کر آواز دے دو کہ سب لوگ جابر کے مکان پر چلیں کیونکہ جابر نے دعوت کی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا ”اٹا اللہ وانا ایہ راجعون“۔۔۔ پھر حضور ﷺ مع لوگوں کے میرے گھر میں تشریف لائے۔ ہم نے کھانا نکال کر آپ ﷺ کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے تناول فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے بعد سب لوگوں نے تناول کیا۔ کھاتے جاتے تھے اور چلتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام اہل خندق نے کھانا کھا لیا اور فارغ ہو کر

چلے گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ میں خندق کے کھودنے میں مصروف تھا کہ ایک بڑا سخت پتھر نکل آیا۔ ہر چند کہ میں نے اس کے کاٹنے کی بہت کوشش کی مگر اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ حضور ﷺ نے میری تکلیف کو دیکھ کر کدال اپنے ہاتھ میں لی اور اس پتھر پر لگائی۔ میں نے دیکھا کہ اس کدال میں سے ایک چمک نکلی۔ پھر حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ کدال ماری جب بھی وہ چمک پیدا ہوئی۔ پھر تیسری مرتبہ وہ چمک پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ چمک کیسی دکھائی دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے بھی دیکھی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

پہلی مرتبہ جو چمک پیدا ہوئی خداوند تعالیٰ نے یمن کو میرے لیے فتح کیا اور دوسری مرتبہ ملک شام اور مغرب کو فتح کیا اور تیسری مرتبہ مشرق کو فتح کیا۔

جب یہ ممالک حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہؓ مجاہدین سے کہا کرتے تھے کہ

جہاں تک تمہارا جی چاہے ملکوں کو فتح کرو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے جس قدر ملک قیامت تک تم فتح کرو گے ان سب کی کتبیاں پہلے ہی خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو عنایت فرمادی ہیں۔

حضور ﷺ خندق کے تیار کرنے سے فارغ ہوئے تو قریش بھی دس ہزار کا لشکر لے کر اس مقام پر آن پہنچے جو زمین رومہ میں جرف اور زغابہ کے درمیان واقع ہے اور قریش کے اس لشکر میں بنی کنانہ اور اہل تمامہ وغیرہ مختلف قبائل کے لوگ تھے اور قبیلہ غطفان بھی اہل نجد کو اپنے ساتھ لے کر احد کی ایک جانب مقام ذئب نقعی میں آن اترے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تھا۔ کفار کی تعداد دس ہزار تھی۔ خندق کے ایک طرف مسلمانوں کا لشکر اور دوسری طرف کفار کا لشکر تھا۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے ابن ام مکتوم کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے بچے اور عورتیں گھاٹیوں میں محفوظ مقامات پر پہنچا دی جائیں۔

بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ دشمن خدا جی بن اخطب، کعب کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے قلعے کا دروازہ بند کر لیا۔ اخطب نے جب اندر

آنے کے لیے اجازت مانگی تو کعب نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ ایک تو تو منحوس شخص ہے میں تجھے اپنے مکان کے اندر بلانا نہیں چاہتا۔ دوسرے میرا محمد ﷺ کے ساتھ عہد ہو چکا ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ میں ان سے عہد شکنی کروں۔ مگر حسی بن اخطب نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو کعب نے دروازہ کھول دیا۔ اخطب نے اس سے کہا کہ میں تیرے پاس دنیا بھرنے کی عزت اور خوبی لے کر آیا ہوں۔ تمام قریش مع اپنے سرداروں کے میرے ساتھ ہیں اور غطفان کے قبائل بھی میری امداد کو آئے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو بھی ہمارے ساتھ مل جا۔

پہلے تو کعب انکار کرتا رہا مگر حسی بن اخطب برابر اس کو بہکاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس کو اس بات پر راضی کر لیا کہ اگر قریش اور غطفان کے لوگ محمد (ﷺ) سے مغلوب ہو کر بھاگے تو تمہارے قلعہ میں آکر پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ کعب نے اس بات کو منظور کر کے حسی بن اخطب سے اس بات پر عہد کر لیا اور حضور ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ ڈالا۔

اس وقت مسلمان نہایت نازک حالت میں تھے۔ چاروں طرف سے مشرکوں اور کافروں نے ان کو گھیر رکھا تھا اور منافقین اپنا نفاق طرح طرح سے ظاہر کر رہے تھے۔ چنانچہ مشتبہ بن حنظلہ

نے جو بنی عمرو بن عوف سے تھا، کہا کہ محمد ﷺ ہم سے کہتے تھے کہ تم قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنو گے مگر اس کے برعکس ہماری یہ حالت ہے کہ کوئی ہم میں سے اطمینان کے ساتھ پاخانہ کے واسطے بھی نہیں جاسکتا۔

غرضیکہ منافقین اسی قسم کی باتیں کرتے تھے۔ کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ کہتا تھا۔ مسلمان اور مشرکین اسی صورت میں بیس راتوں سے کچھ اوپر پڑے رہے۔ سوا تیر اندازی کے کوئی باقاعدہ جنگ نہ ہوئی اور مسلمان اس حالت سے بہت تنگ ہوئے کیونکہ مشرکوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر رکھا تھا۔

آخر قریش میں سے چند سوار جنگ کے واسطے تیار ہوئے۔ ان سواروں میں قریش کے مشہور لوگ یہ تھے۔ **عمرو بن عبدود بن ابی قیس**، **عکرمہ بن ابی جہل** اور **بسرہ بن ابی وہب مخزومی** اور **ضرار بن خطاب بن مرداس شاعر بنی محارب بن فہر** میں سے یہ لوگ تیار ہو کر بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے بنی کنانہ جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ آج تم کو مظلوم ہو گا کہ کون شہسوار ہے اور مرد میدان ہے اور پھر یہ قریش کے سوار مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے جب خندق پر پہنچے تو اس کو دیکھ کر حیران ہوئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہم نے نیا کر دیکھا ہے اور ایسا

مکر عرب میں کوئی نہیں جانتا۔

خندق کی ترکیب حضرت سلمان فارسی (ؓ) نے حضور (ﷺ) کو بتائی تھی اور خندق کھودتے ہوئے انصار کہتے تھے کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجر کہتے تھے کہ وہ ہم میں سے ہیں۔ حضور (ﷺ) نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ سلمان (ؓ) ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ قریش کے چند سوار خندق کے کنارے کنارے پھرتے ہوئے ایک جگہ آئے جہاں خندق زیادہ چوڑی نہ تھی۔ انہوں نے اس جگہ خندق کو پار کرنا چاہا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان قریشیوں کے مقابلے کو نکلے۔ ان قریشیوں میں ایک شخص عمرو بن عبدود بھی شامل تھا۔ اس نے مسلمانوں سے پوچھا۔ کون میرے مقابلے پر آیا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلے پر گئے اور اس سے کہا۔

اے عمرو کیا تو نے خدا سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ جو شخص قریش میں سے تجھ کو دو باتوں میں ایک اچھی بات کی طرف بلائے گا تو اس بات کو قبول کرے گا۔

عمرو نے کہا ہاں، میں نے عہد کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ پس میں تجھ کو خدا اور

اس کے رسول ﷺ کی طرف بلاتا ہوں۔
عمرو نے کہا۔ اے میرے بھتیجے، میں تجھ کو قتل نہیں کرنا
چاہتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ قسم ہے خدا کی میں تجھ
کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔

اس جواب سے عمرو بہت خفا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے سے اتر
کر پہلے اس کی کوئی چیز نکال کر اسے ہلاک کیا پھر حضرت علی کرم اللہ
وجہہ پر تلوار ماری۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا وار روک کر ایسا ہاتھ
مارا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اور پھر باقی قریشیوں کو بھی
مارتے مارتے خندق سے باہر نکال کر پھینک دیا اور عکرمہ بن ابی
جہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اپنا نیزہ بھی پھینک گیا۔



قلعہ خیبر کی فتح کی پیشگوئی

حدیبیہ سے واپس آ کر حضور نبی کریم ﷺ مدینہ میں ذی الحجہ اور کچھ مہینہ محرم کا رہے اور پھر محرم کے آخر دنوں میں حضور ﷺ نے خیبر کے جہاد کا قصد فرمایا اور مدینہ میں نیمہ بن عبد اللہ کو حاکم مقرر کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سفید نشان عتایت فرما کر آگے روانہ کیا۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا تو ہم نے خیبر کے قریب پہنچ کر فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھی اس کے بعد نبی کریم ﷺ سوار ہو گئے اور ابو طلحہؓ بھی سوار ہو گئے، میں ابو طلحہؓ کے پیچھے بیٹھا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ خیبر کے کوچہ و بازار میں سے گزر رہے تھے تو میرا زانو نبی کریم ﷺ کی ران سے چھو رہا تھا اور آپ ﷺ کا تہبند آپ ﷺ کی ران پر سے

کھسک گیا تھا اور مجھے آپ ﷺ کی ران کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔

پھر جب آپ ﷺ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر برباد ہو گیا، ہم جب کسی قوم کے آنگن میں جا اترتے ہیں تو متنبہ کیے گئے تو لوگوں کی شامت آ جاتی ہے۔“

یہ کلمات آپ ﷺ نے **تین بار** ارشاد فرمائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ”لوگ اپنے کام **کاج** کے لیے رواں دواں تھے (کہ انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا) اور کہنے لگے۔ ”حضرت محمد ﷺ آگئے اور فوج آپ ﷺ کے ساتھ ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ”پھر ہم نے خیبر کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔“

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ خیبر پر حملہ کے لیے نکلے تو رات کے وقت سفر کیا۔ اٹھائے راہ میں ایک شخص نے عامر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ”اے عامر رضی اللہ عنہ۔ کیا تم ہمیں اپنے اشعار نہیں سناؤ گے؟“

دراصل عامر رحمہ اللہ بن الاکوع (حضرت سلمہ رحمہ اللہ کے بھائی) شاعر تھے۔ یہ سن کر حضرت عامر رحمہ اللہ نیچے اترے اور یہ حدی گاکر لوگوں کو سناتے لگے۔

”اے ہمارے آقا و مولا۔ اگر تیرا کرم نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ نماز پڑھتے نہ صدقہ دیتے۔“
 ”ہماری جانیں تیرے لیے قربان۔ زندگی میں ہم سے جو خطائیں سرزد ہوئیں وہ معاف فرما دے اور جب دشمن سے مقابلہ درپیش ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔“
 ”اور ہمیں سکینت و طمانیت کی دولت سے نواز۔ ہم جب باطل (کی مدد) کے لیے پکارا گیا تو ہم نے انکار کر دیا۔“

”اور کافر شور و غل مچاتے ہوئے ہمارے خلاف محاذ آرا ہیں۔“

یہ اشعار سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا :
 ”یہ حدی خواں کون ہے؟“

لوگوں نے عرض کیا۔ ”عامر بن الاکوع رحمہ اللہ۔“
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔“

آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ تو اب شہادت اور جنت کا حق دار ہو گیا، کاش آپ ﷺ نے ہمیں ان سے فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے کی مہلت دی ہوتی۔“

خیبر پر لشکر کشی

انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جس قوم پر لشکر کشی کرتے تھے تو صبح کے وقت ان پر حملہ فرماتے تھے۔ اسی طرح اب جو خیبر پر لشکر کشی کی تو رات کے وقت وہاں پہنچے۔ رات حضور ﷺ نے آرام کے ساتھ بسر کی اور صبح ہوتے ہی حملہ فرمایا۔ جس وقت خیبر کے نیچے پہنچے تو دیکھا کاروباری لوگ اپنے ہل اور سامان زراعت کو لے کر باہر آ رہے ہیں اور حضور ﷺ کے لشکر کو دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ قسم ہے خدا کی محمد ﷺ لشکر لے کر آ گئے ہیں اور پھر یہ لوگ اٹے خیبر کے اندر بھاگ گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ مدینہ سے چل کر عصر میں آئے۔ یہاں آپ کے واسطے مسجد تیار کی گئی پھر آپ ﷺ مقام صہبا میں آئے اور ایک میدان میں جس کو رجیع کہتے ہیں رونق افروز ہوئے اور

یہاں اترنے کی یہ وجہ تھی کہ غطفان نے خیبر والوں کی مدد کا ارادہ کیا تھا اور اپنے شہر سے اہل خیبر کی اعانت کے واسطے حضور ﷺ کے مقابل میں چلے گئے مگر پھر ان کو اپنے گھروں کی طرف سے کچھ کھٹکا معلوم ہوا تب وہ حضور ﷺ کو خیبر والوں کے مقابل چھوڑ کر اپنے گھروں کو الٹے چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے خیبر کے قلعوں کو ایک ایک کر فتح کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا اس کا نام حصن ناعم تھا۔ اسی قلعہ کے پاس محمود بن مسلمہ جو شہید ہوئے۔ کسی نے اوپر سے ان کے سر پر چکی کا پاٹ پھینک دیا تھا۔

حضور ﷺ نے بنی ابی الحقیق کے قلعہ حصن البقوم کو فتح کیا اور اس قلعہ سے بہت سے قیدی آپ ﷺ کے ہاتھ آئے جن میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ پہلے یہ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کے پاس تھیں اور ان کی دو بیچا زاد بہنیں بھی ان کے پاس تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنے واسطے پسند فرمایا۔

مکحول کہتے ہیں حضور ﷺ نے اس وقت مسلمانوں کو چار باتوں سے منع فرمایا تھا۔

ایک تو یہ کہ جو عورت قیدیوں میں سے حاملہ ہو اس کے پاس

نہ جائیں۔

دوسرے گدھے کا گوشت نہ کھائیں۔

تیسرے کسی درندہ کا گوشت نہ کھائیں۔

چوتھے مال غنیمت کی تقسیم ہونے سے پہلے اس کو فروخت نہ کریں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں۔ ہم خیبر پہنچ گئے اور ہم نے ان (کے قلعہ) کا محاصرہ کر لیا (جو اتنا طویل ہو گیا کہ) اس کے دوران ہمیں سخت فاقہ کشی برداشت کرنا پڑی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی۔ جس دن **خیبر فتح** ہوا اسی دن شام کو مسلمانوں نے بہت زیادہ آگ جلائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

”یہ آگ کیسی ہے؟ تم لوگ کیا پکا رہے ہو؟“

لوگوں نے عرض کیا۔ ”گوشت پکا رہے ہیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

”کس کا گوشت؟“

عرض کیا۔ ”پالتو گدھوں کا گوشت۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

”اس گوشت کو پھینک دو اور برتنوں کو (جن میں پکایا ہے)

توڑ دو۔“

ایک شخص نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو دھو ڈالیں؟“
آپ ﷺ نے فرمایا :
”چلو ایسا کر لو۔“

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جنگ خیبر شروع ہوئی تو حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کی پنڈلی پر اپنی تلوار سے وار کیا لیکن چونکہ آپ کی تلوار چھوٹی تھی اس لیے تلوار پلٹ کر آپ ہی کے گھٹنے کی چپنی پر لگی اور یہی زخم آپ کی شہادت کا باعث بنا اور آپ وفات پا گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم خیبر سے واپس لوٹ رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے جو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے مجھے (کچھ معصوم) دیکھا تو فرمایا :
”تمہیں کیا ہوا؟“

میں نے عرض کیا۔ ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔
لوگوں کا گمان یہ ہے کہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے عمل ضائع ہو گئے۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

”جس نے ایسی بات کہی وہ جھوٹا ہے۔“

اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں جوڑ کر اشارہ سے بتایا

کہ

”اے دو گنا اجر ملے گا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرتوڑ

محنت و کوشش کرنے والا مجاہد تھا، بہت کم عرب ایسے ہوں گے

جنہوں نے اس جنگ میں ان جیسی کارگزاری دکھائی ہوگی۔“

اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا اور

قبیلہ بنی سہم کے لوگ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، ہم بہت مشقت میں پڑے

ہوئے ہیں اور ہمارے پاس کچھ کھانے پینے کو نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے پاس بھی اس وقت کچھ نہ تھا جو ان کو دے

دیتے۔ تب حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے خدا تو خوب جانتا ہے جو

ان لوگوں کی حالت ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں ان کو

دوں۔ پس تو اپنے فضل سے کرم سے سب سے بڑا قلعہ ان کے

ہاتھوں پر فتح کرا دے تاکہ یہ اس کے مال غنیمت سے غنی ہو

جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر صعب بن معاذ

کا قلعہ جو خیبر کے کل قلعوں سے زیادہ پرازمال و اسباب تھا اور غلہ

وغیرہ سامان بھی اس میں بکثرت تھا، فتح کرایا۔
 جب حضور ﷺ فتح کرتے ہوئے و طح اور سلام آخری دو
 قلعوں پر پہنچے تو ان کا آپ ﷺ نے کچھ اوپر دس راتیں محاصرہ
 رکھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا شعار یا منصور امت امت تھا۔
 اسی جنگ میں مرحب نامی یہودی سامان جنگ سے آراستہ
 ہتھیار لگائے ہوئے اپنے قلعہ سے نکل کر میدان میں آیا اور اپنی
 تعریف کے اشعار پڑھنے لگا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔
 ”اس کے مقابلے میں کون جو اُترو جاتا ہے؟“
 محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور ﷺ مجھ کو اجازت
 دیجئے، کل میرا بھائی شہید ہوا ہے۔ آج میں اس کا قصاص لینا چاہتا
 ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”جاؤ“ خدا تمہاری مدد و اعانت فرمائے۔“

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کافر کے مقابلے میں گئے۔
 میدان میں ایک درخت تھا۔ پہلے تو دونوں جوانوں نے اس کی آڑ
 میں ہو کر ایک دوسرے پر وار کیے اور سپاہ گری کے ہنر دکھائے پھر
 رو برو مقابلہ ہوا۔ یہودی نے مسلمہ رضی اللہ عنہ پر تلوار ماری۔ حضرت محمد
 بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سپر سے پناہ کی۔ تلوار سپر کو کاٹ کر اس میں

پھنس گئی۔ ہرچند کہ یہودی نے بہت زور لگایا مگر تلوار نہ نکلی۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ضرب لگائی کہ یہودی نے جہنم تک کہیں دم نہ لیا اور براہ راست اس میں داخل ہو گیا۔

مرحوب یہودی کے قتل کے بعد اس کا بھائی یا سر میدان میں آیا اور پکارنے لگا کہ میرا کون مقابل ہے؟

خاتم نبوت ﷺ کی زبان سیف

حضرت زبیر بن عوام قریشی رضی اللہ عنہ جو حضور نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس کے مقابل گئے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضور ﷺ کی پھوپھی) نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ، میرا بیٹا مارا جائے گا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”انشاء اللہ، تمہارا بیٹا مارے گا۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زبیر رضی اللہ عنہ یا سر کے مقابل ہوئے اور اس کو دم لینے کی بھی فرصت نہ دی اور فوراً ہی قتل کر ڈالا۔

